قیمت سالانہ پیشگی ے

قیمت سالانہ پیشگی سے ر

اخبار الحکم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

نمبر ۲۲ و ۲۳ | قادیان دار الامن والامان مؤرخہ ۶ و ۱۳ ۔ اگست ۱۸۹۸ء | جلد ۲

ٹریکٹ سیریز !!

اس امر کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً ایسے ٹریکٹ شائع ہوں۔ جن سے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے مشن کی تبلیغ ہو۔ اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوں۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہم نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں دلچسپ لطیں۔ جو صداقت اسلام اور مہدی مسعود کے مشن کے پیام پر مشتمل ہوں۔ اور جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کے خطبے اور بعض دیگر لطیف مضامین مشتمل بر تفسیر آیات یا مشتمل بر دفع اعتراضات مخالفان اسلام وغیرہ۔ اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کی بعض لطیف اور مختصر تقریریں شائع کی جاویں یہ ٹریکٹ چار صفحہ سے آٹھ صفحہ تک ضخامت میں ہوا کریں۔ اور اگر ہمارے احباب ذرا توجہ کریں۔ تو بہ کثرت شائع ہو جایا کریں۔ اگر سو آدمی بھی اس سلسلہ کے موید ہو جائیں۔ اور سو سو ٹریکٹ عہ فی صدی کے حساب سے خرید لیں۔ تو دس ہزار ٹریکٹ ایک مہینے میں شائع ہو سکتا ہے۔ اور ہم ہفتہ وار اڑھائی ہزار چھاپ کر مفت تقسیم کر دیا کریں۔ اور تقسیم کے لئے یہ انتظام کیا جاوے گا۔ کہ ہر ایک شہر میں سلسلہ وار ایک خاص تعداد بھیج دی جایا کرے۔ اور وہ تقسیم ہو جایا کرے۔ اسی ٹریکٹ سیریز کے ضمن میں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے اشتہار بھی آ جایا کریں گے۔ اور علیحدہ اشتہار حضرت اقدس کو چھپوانا نہ پڑے گا۔ بلکہ اس کو ٹریکٹ سیریز کے نمبر میں چھاپ کر حضرت کی طرف سے تقسیم کر دیں اگر ہمارے احباب مل ملا کر اس کام کو کرنا چاہیں۔ تو چنداں مشکل نہیں۔ پوری سو درخواستیں جمع ہو جانے پر ہم اس سلسلہ کو شروع کریں گے۔

منیجر الحکم کے نام درخواست ہو۔

کتب موجودہ دفتر الحکم

تفسیر سورہ تبت موسوم بہ موعظۃ الحسنہ قیمت بلا محصول ۲ /
محمود کی آمین۔ دوسرا ایڈیشن قیمت ۔/

کتب زیر تالیف و ترتیب

تفسیر سورہ والعصر۔ از عالی جناب امام الزمان سلمہ الرحمان

رپورٹ سالانہ جلسہ ۱۸۹۷ء

الانذار۔ ایک منظوم رسالہ مصنفہ میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی جس کے آخر میں بطور ضمیمہ چوہدری رستم علی کورٹ انسپکٹر کی ایک فارسی نظم شامل ہے۔ زیر طبع ہے

قرآن کریم پر لطیف نوٹ

نمبر پنجم

سورۃ البقر بقیہ رکوع دوم

جیسا کہ گذشتہ نمبر ادس سے پیوستہ اشنو میں ہم بیان کر آئے ہیں ۔ اس رکوع میں اللہ کریم **نفاق** کی توضیح اور **منافقوں** کی تمیز اور شناخت پر مفصل بحث فرماتا ہے ۔ چنانچہ اس مقام پر بھی جو اس رکوع کا آخری حصہ ہے منافقوں کے اقسام دو عام فہم اور مشاہدہ میں آئی ہوئی تمثیلوں کے ذریعہ سے تفہیم ہیں ۔ چنانچہ **منافق اعتقادی** کی مثال یوں فرمائی ہے کہ **مثلہم کمثل الذی استوقد نارًا فلما اضاءت ماحولہ** ۔ الآیہ ۔ س ا ۔ یعنے منافق اعتقادی کی مثال ایسی ہے ۔ کہ جیسے کوئی صحرا نشین آفات (درندوں جنگلی جانوروں) سے محفوظ رہنے کی خاطر آگ جلائے جب آگ روشن ہوگئی اور اوس کا اردگرد بھی خوب منور ہو گیا ۔ پھر اللہ تعالےٰ اوس نور کو لے گیا ۔ اور وہ تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں ۔ اندھوں کی طرح دیکھ نہیں سکتے ۔ الخ

قاعدہ کی بات یہ ہے کہ جب صحراؤں اور خوف ناک جنگلوں میں رات آجاتی ہے ۔ تو راہ رو آگ جلا لیتے ہیں ۔ تاکہ صحرائی جانوروں اور جنگلی درندوں سے محفوظ رہیں ۔ مگر کیا وہ من کل الوجوہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں یونہی آگ بجھی ۔ پھر وہ اپنے تئیں موت کے منہ میں سمجھیں ۔ اسی طرح یہ اعتقادی منافق اون مصائب اور تکالیف سے بچنے کے لئے جو مامور من اللہ کے منکرین پر مختلف رنگوں میں آنے والی ہوتی ہیں ۔ صرف اقرار باللسان کی روشنی یا ایسے اعمال کے ذریعہ سے (جو تکلف اور تصنع سے صادر ہوتے ہیں نہ بہ طریق تلذذ ۔) اپنے تئیں محفوظ کرنا چاہتا ہے ۔ اور کچھ عرصہ تک اوسی صحرا نشین کی طرح محفوظ بھی ہوجاتا ہے ۔ لیکن جیسے آخر اوس کی روشنی ختم ہوکر **دھواں** اور **گرمی** چھوڑ کر اوسے معرض بلا میں پھنسا دیتی ہے ۔ اسی طور پر اس کی یہ نمائشی کارروائی آخر کھل جاتی ہے ۔ اور بجائے سکھ کے اوس کو دکھ میں مبتلا کر دیتی ہے ۔

ذہب اللہ بنورہم میں ہم کو یہ سر معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جیسا پہلے بیان ہوا ۔ اعمال صالحہ پر مزید اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے ۔ اور جن قوتوں کا استعمال چھوڑا جاتا ہے ۔ وہ ضائع ہو جاتی ہیں ۔ چونکہ منافق اپنی اندرونی قوٰے جن میں **فطرت سلیمہ** اور **دل** بھی شامل ہیں ۔ اُن کے استعمال کو تو چھوڑتا ہے اس لئے **اعمال جوارح** کا پول خود بہ خود ظاہر ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ وہ **دل** کے **زیر کمانڈ** صادر نہیں ہوتے ۔ پس اون کی کرتوت خود اون کو اوس عارضی روشنی سے نکال کر خوف ناک تاریکی میں پہونچا دیتی ہے ۔ جو **ذہب اللہ بنورہم وترکہم فی ظلمٰت لا یبصرون** ۔ میں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہے ۔ یہہ بات بھی مشاہدہ صحیحہ میں آچکی ہے ۔ کہ جب آدمی روشنی سے یکا یک اندھیرے میں آجاوے ۔ تو وہ دیکھ نہیں سکتا ۔ پس قرآن کریم کی فلاسفی کیسی سچی اور درست ہے ۔ کہ **ترکہم فی ظلمٰت لا یبصرون** ۔

مدینہ کے منافقوں نے ہمارے سید و مقتدا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا ۔ چونکہ حضور کا تشریف لے جانا بہ جائے خود ایک عالم آشوب جنگ تھی ۔ پس وہ کچھ استفادہ نہ کر سکے ۔ اور خود ہی اُس جماعت سے علٰحدہ ہوکر تکالیف کا نشانہ بنے ۔

پھر یہہ فرمایا ۔ کہ ایسے منافق یعنے اعتقادی منافق جن کا **کانشنس** (نور قلب) مسخ ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ وہ اس سے کام نہیں لیتے اور اون کا دل تاریکی کا وحشت ناک کھنڈر ہو جاتا ہے ۔ **بہروں** اور **گونگوں** اور **اندھوں** کی سی زندگی بسر کرتے ہیں ۔ اُس کے واپس آنے کی اب کوئی بات نہیں بنتی ۔ وہ تو ہلاکت میں گرے گا ۔ دیکھو جو آدمی بہرہ بھی ہو اندھا اور گونگا بھی ہو وہ کیوں کر سلامتی سے منزل مقصود پر پہنچ سکے گا ۔ منافق اعتقادی کے ذکر میں اس مقام پر اوس کی حالت بیان کرتے ہوئے **قلب** کا ذکر نہیں فرمایا ؟ اس لئے کہ **نور قلب** تو وہ پہلے ہی کھو چکا ۔ جب اُس نے اُس سے کام نہ لینا شروع کر دیا ۔ اور اشارہ اس آیت میں موجود ہے ۔ **فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضًا** ۔ یعنے اون کے دلوں میں جو مرض ہے وہ تو اب بڑھے ہی گی ۔ بہ قول شخصے مرض کا حد سے گذرنا دوا ہو جانا ۔ اور حسب فحوائے **ان بعض دواء داءٌ** یعنے بعض دوا ہلاکت ہوتی ہے ۔ اللہ اللہ کیا پاک اور صاف نظام قرآنی ہے ۔ **فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضًا** ۔ یعنے ابتدائی نشان کی حالت میں تو دل ذرا مریض تھا ۔ مگر پھر یومًا فیومًا سنت اللہ کے موافق بڑھے ہی گا ۔ یہاں تک کہ **ذہب اللہ بنورہم** تک نوبت پہنچ جاتی ہے ۔ پس دل جب ضائع ہو گیا ۔ پھر ترقی کے ذریعہ تین ہی ہیں ۔ اور عام طور پر سلسلہ یوں ہی سے شروع ہوتا ہے ۔

اول انسان سماعی باتوں سے کچھ واقفیت پیدا کرتا ہے ۔ دیکھو بچہ جب بولنا سیکھتا ہے ۔ تو پہلے جو آوازیں اوس کے کان میں پڑتی ہیں ۔ اون کو منہ سے نکالتا ہے ۔ سننے کے بعد بولنے سے بہت ہی مشکلات حل ہو جاتی ہیں ۔

اور زبان کام دینے لگتی ہے۔ پھر نظارہ قدرت کو دیکھ کر انسان ترقی کر سکتا ہے۔ مگر منافق لوگ نہ کان رکھتے ہیں۔ نہ زبان اور نہ آنکھہ پس ایسے گم کردہ راہ کی سلامتی کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔ لہذا یہہ فتوی ہو چکا۔ **فہم لا یرجعون۔**

اس مقام پر کوئی معترض یہہ سوال کر سکتا ہے۔ کہ پھر منافق اور کافر میں کیا فرق ہوا؟ منافق نے جو اعمال کئے ہیں۔ یہ مانا کہ اُس سے وہ بطریق احتفاظ جیسے کہ مومن سے صادر ہوتے ہیں۔ نہیں ہوئے۔ مگر ایک عمل تو اُس نے کیا۔ پھر اُس کی جزا اوسے کیوں نہ ملے گی؟ پس یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس سوال کا جواب خود اللہ تعالی ہی نے دوسرے مقام پر یہہ کہہ کر دے دیا ہے۔ **ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔** الآیۃ س۵۔ پس منافق اوپر کے طبقہ سے اسی لئے بچا۔ کہ اوس نے بہ ظاہر گو نمائشی طور پر ہی سہی کچھ اعمال کئے تھے۔ اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ کہ چونکہ وہ اعمال بہ طریق تکلف صادر ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک طرف اندرونی قوے جو افعال جوارح خارجیہ کے محرک ہیں۔ اور اون پر **کمانڈ** کرتے ہیں۔ بیکار ہوتے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ اعمال ایک قسم کی تکلیف اور بوجھ پیدا کرتے جاتے ہیں۔ کیونکہ اندرونی قوے کے خلاف مرضی صادر ہوتے ہیں۔ اس لئے **خارجی** طاقتیں بھی رفتہ رفتہ سلب ہو جاتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان منافقوں کی نسبت اوپر کی آئت میں فرمایا ہے۔ **و ما کانوا مہتدین**۔ ہمارے خیال میں **ما کانوا مہتدین** کے معنوں میں ہدائت سے مراد اولاً وہ ہدائت ہے۔ جسے **توفیق** کہتے ہیں اور پھر معناً اور نتیجتاً وہ ہدائت مراد ہے۔ جس کا نام جزاے اعمال صالحہ ہے۔

الحاصل یہاں تک منافق اعتقادی کا ذکر ہوا۔

اب **منافق عملی** کی مثال دے کر اللہ تعالی منافقوں کی بحث کو اس مقام پر بند فرماتا ہے۔ **منافق فی العمل** کی مثال یوں دی ہے۔ کہ **او کصیب من السماء فیہ ظلمت ورعد و برق** - الایہ۔ یعنے عملی منافق کی مثال اوس مینہہ کی حالت سی ہے۔ جو بادل سے برستا ہے۔ جسمیں **ظلمت - رعد** اور **برق** - تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اور مینہہ میں تین ہی قسم کی مخلوق ہوتی ہے۔

اول - وہ لوگ جو ہر طرح سے آرام اور آسائش کے سامان اور ذخیرے رکھتے ہیں۔ اور **بادل محل** پر بیٹھ کر مینہہ کی سیر کا لطف اُٹھاتے ہیں۔

دوئم وہ لوگ جو عین بارش میں راہ چلتے ہیں۔

تیسرے وہ آدمی جن کے گھر کچھ کچھ ٹپکتا ہے۔ اور پورا ذخیرہ خوراک کا بھی موجود نہیں ہے۔

یعنے مینہہ تو ایک فضل آلہی ہے۔ جیسے اس عام بارش کے وقت تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو ہم نے اوپر بتلائے۔ اسی طرح سے **الہام الہی** کی بارش کے وقت بھی تین ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو من **کل الوجوہ** اوس سے فائدہ اٹھاتے اور لطف اُٹھاتے ہیں۔

دوم وہ جو بالکل فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

سوم وہ جو کچھ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔ آخر الذکر لوگ منافق ہوتے ہیں۔ جو تاریکی میں پڑے ہوتے ہیں۔ وہ اسلام کا منوّر اور درخشاں چہرہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور دوست دشمن میں تمیز نہیں کر سکتے۔

رعد سے مراد ایسے مسائل ہیں جن میں بہ ظاہر جان کا خطرہ ہو۔ یا اور ایسے ہی مشکلات پیش آنے والے ہوں۔ جیسے جہاد وغیرہ منافق اوس سے ڈرتا ہے۔ مگر کوتاہ اندیش اس بات سے بے خبر ہوتا ہے۔ کہ اوس کی یہہ کم زوری بہت برا نتیجہ پیدا کر دینے والی ہے۔ کیونکہ ہم نے جیسا اوپر واضح طور پر عام مشاہدہ فطرت سے بتلایا ہے۔ نفاق مبنی بہ کفر ہوتا ہے۔ پھر منافق لوگوں کا ایسا حال ہے۔ کہ جب ذرا روشنی ہوتی ہے۔ تو چل پڑتے ہیں۔ یعنے جہاں کچھ مفاد ذاتی اور کامیابی کا پرتو پڑتا نظر آیا۔ اوس طرف قدم اٹھانے کو طیار ہو گئے۔ اور نماز روزہ شروع کر دیا۔ اور جہاں خطرہ نظر آیا وہیں ٹھہر گئے۔ یہہ اشارہ **برق** میں فرمایا۔ کیونکہ بجلی میں بھی دو ہی خاصیتیں ہوتی ہیں۔ ایک طرف تو مواد ردیہ اور فاسدہ کو جلاتی ہے۔ دوسری طرف ہوا کو صاف کرتی اور بہت سے مفاد پہونچاتی ہے۔ اسی طرح منافق جہاں کامیابی کا پیارا پیارا چہرہ دیکھتا ہے۔ وہاں اسلام کا عامل اور ثنا خواں بنتا ہے۔ ورنہ برا جانتا ہے۔ اور کوستا ہے۔ چونکہ منافق عملی میں سمع اور بصر کا مادہ ابھی موجود تھا۔ جس سے وہ کڑک سنتا اور چمک دیکھتا ہے۔ مگر اوس کی متشکک حالت اس بات کا پتہ دیتی ہے۔ کہ وہ یہہ کہیں بھی نہ کھو بیٹھے۔

پس یہاں تک اللہ تعالے نے منافقوں کا ذکر فرمایا۔

اللہ تعالے ہم کو اور ہمارے احباب کو اس نفاق سے بچا وے۔ **آمین۔**

دل چسپ ایجادات

مترجمہ از رسالہ الہلال مصری

ٹیلیگراف بلا اسلاک یہ تجویز کچھ نئی نہیں ہے۔ بلکہ مسٹر لنڈسی نے اس کو ۱۸۳۱ء میں ایجاد کیا تھا۔ تجویز مذکور یہ تھی۔ کہ کہربائی آلہ ایک طرف پانی میں رکھا جاتا تھا۔ اور دوسری طرف بھی اُسی طرح سے کہربائی توصل حاصل کیا جاتا تھا۔ یعنے دریا یا سمندر کے دونوں طرف کہربائی تاریں موصل کی جاتی تھیں۔ اس سے خبر تو ایک سرے سے دوسرے تک پہونچ جاتی تھی۔ لیکن اچھی طرح سے محسوس نہ ہوتی تھی۔ بسبب اجسام سیالہ درمیان میں حائل ہونے کے اگرچہ یہ تجویز بھی نکمی سمجھ کر متروک ہو چکی ہے۔ تاہم پھر اس کی طرف علماء کہربائی کا عود ہو رہا ہے۔ رجم م

عورتوں کا صفحہ

بڑی عورتوں کے خصائص

ملکہ معظمہ کی چٹھی کا کاغذ

جس کاغذ پر حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کو چٹھی لکھی جاتی ہے۔ اوس میں تہ نہیں ہوتی۔ اگر ذرا بھی تہ کا نشان ہو۔ تو وہ چٹھی جناب ملکہ معظمہ کو پیش نہیں کی جاتی۔ چٹھی ایک نہائت سفید چکنے کاغذ پر لکھ کر ایک بڑے لفافہ میں بند کی جاتی ہے۔ تمام چٹھیوں کو وہ مصاحب کھولتی ہے۔ جسے توشہ خانہ کا اختیار ہے۔ اور کھول کر ڈال دیتی ہے۔ اور اگر چٹھی ضروری ہوئی تو جواب کے ساتھ کاتب کو واپس کی جاتی ہے۔

شہنشاہ بیگم فرانس

جب کبھی شہنشاہ بیگم فرانس اپنے شوہر کا حال لکھتی ہیں۔ تو اوس ہیرے کی قلم سے لکھتی ہیں۔ جس سے "عہدنامہ پیرس" پر دستخط ہوئے تھے۔ چودہ سفیروں نے اس قلم کو بہ یادگار عہدنامہ پیرس رکھنا چاہا مگر اونہوں نے شہنشاہ بیگم کا یہ کہنا مان لیا کہ میں یہ یادگار اسی قوم کے اس قلم کو اپنے پاس رکھوں گی۔ یہ سنہری عقاب کے پر کا مرصع قلم ہے۔

اسلام میں عورتوں کی حالت

انگلستان میں کوئی عورت کوئی معاہدہ نہیں کرسکتی۔ جائداد کی مالک نہیں ہو سکتی۔ نفقہ کا دعوے کرے تو وہ مسموع نہیں ہوتا شوہر کے ایام مفارقت میں جو کچھ کمائے۔ وہ سب شوہر کا ہوتا ہے۔ مگر برخلاف اس کے اسلام کے رو سے عورت معاہدہ کرسکتی ہے۔ بیع شرا کا اوسے اختیار علٰحدہ جائداد کی مالک ہو سکتی ہے۔ اب نئی تہذیب کے عاشق ذرا بتلاویں۔ کہ اسلام عورتوں کی قدر کرتا ہے یا اون کی فرضی تہذیب دیکھو قرآن کیا کہتا ہے **لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً** (سورۃ النساء) حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتیں زبردستے **ولھن مثل الذی علیھن** (سورۃ البقر) اور عورتوں کا بھی حق ہے۔ جیسا اون پر حق ہے۔

عورتوں کی خبریں

بہادر گنج۔ دہلی میں چار عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں۔ اتفاقاً ایک کا پاؤں پھسل گیا جس کے بچانے میں یکے بعد دیگر چاروں ڈوب گئیں۔

کنواری اور بیوہ عورتوں کی تعداد۔ انگلینڈ میں کنوارے اور رنڈوے مردوں سے دو لاکھ زیادہ ہے (تعدد ازدواج نہ ہونے کا نتیجہ ہے الحکم)

اٹلی کے دار الحکومت روم میں قدیم زمانے میں عورتیں اس قدر بھاری بالیاں پہنتی تھیں کہ کان کٹ جاتے تھے۔ اور اکثر ڈاکٹر اسی کا معالجہ کیا کرتے تھے۔

انگلستان میں ۲۵ فی صدی عورتیں اپنی روٹی محنت سے کماتی ہیں۔ اور ایک سو عورتیں لوہاروں کا کام کرتی ہیں۔

ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا تاج جو سنہ ۱۸۳۸ء میں بن کر طیار ہوا تھا۔ اوس میں ۲۷۸۳ ہیرے کے ٹکڑے ۲۷۷ موتی اور ۷۳ زمرد اور ۱۷ نیلم ۵ لعل ہیں۔

موضع رالی تیور متصل مقام ہر بہیر کی ایک ہندو عورت کے لئے انعام کی رپورٹ گورنمنٹ میں ہوئی ہے۔ جس نے ایک بدمعاش کا خاتمہ کیا تھا۔

عورت کیا ہے؟

عورت کی پیدائش کی علت غائی ہماری آنکھوں کا سرور اور نور ہے۔ (لو بنگ)

اے عورت تو تکلیف کو کم کرنے اور افکار کو ہلکا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے (بار بولڈ)

تکلیف دہ برائی عورت کی آنکھوں میں آنسو بھر لاتی ہے۔ (کریب)

شفیق ماں کے لئے چند باتیں؟

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے تربیت اولاد کے لئے چند ایک اصول مقرر فرمائے ہیں۔ جن کو ہم اس صفحہ کے پڑھنے والی مستورات کے لئے درج کرتے ہیں۔

(۱) اپنی اولاد کو بچپن ہی سے تعمیل حکم اور اطاعت کی عادت ڈالو۔

(۲) جس وعدہ کو تم پورا نہ کرسکو۔ اوسے مت کرو۔

(۳) اپنی اولاد کو عمداً نافرمانی کرنے پر ہمیشہ تنبیہ کرو۔ مگر غصہ میں کبھی سزا نہ دو۔

(۴) اون کو کبھی اس بات کا علم نہ ہونے دو کہ وہ تم کو دق کر سکتے ہیں۔ اور تمہاری طبیعت کو تمہارے قابو سے نکال سکتے ہیں۔

قیصرہ ہند کے عہد حکومت کی خوبیاں

از غلام محمد صاحب خادم سیالکوٹی مالک موضع کوٹ غلام محمد تحصیل خانقاہ ڈوگراں ضلع گوجرانوالہ

آپ نے رستے الگ رکھو یہ قول اک قرآن کا — شکر جو انسان بجا لاتا نہیں انسان کا
وہ بجا لاتا نہیں شکر ایزد رحمٰن کا — بندہ حق وہ نہیں بندہ ہے شیطان کا

عام کی نسبت ہوا ایسا حکم ربانی ہوا
بادشاہ وقت تو اک ظل سبحانی ہوا

بادشاہ وقت وہ ہے قیصر ہندوستان — ہند نے پایا ہے جسکے عہد میں امن و امان
جسنے ہر اک مذہب و ملت کو دی آزادیاں — ہیں شمار و اعداد سے بڑھ کر کہ جو ہیں خوبیاں

وصف ملکہ میں زبان گنگ اپنی لال ہے
ہاں مگر شوق ارادت میں یہ نیک فال ہے

ہند تو آماجگاہ غیرت سے رہی — اریہ رتوں سے دل اپنی تیرہ سی بنی گنت
جہاں جہاں آ تی لقب ہے نسل اصلی ہند کی — وہ بھی شہر بدر نہیں ہیں مگر بجھ کو ادر بن میں رہی

بن بلائے یہاں آ کر تو خود مہمان بات
پیر جی آئے مریدوں نے ہیں چھوڑا مکاں

پھر مسلمانوں کی مدت تک رہی آماجگاہ — بابر اور تیمور کی آئی رکھی تجھ پر نگاہ
نادر و محمود سے حالت ہوئی تیری تباہ — فائدہ تجھ سے اٹھا نیکی رہی کس کو نہ چاہ

ایک تو اور چاہنے والے ترے تھے بے حساب
کثرت چاہت میں تیری ہو گئی مٹی خراب

لے گئیں تجھ کو کبھی تیری ہی خانہ جنگیاں — مرہٹوں سے اور رہیلوں سے تجھے پہنچا زیاں
اور سکھوں نے کبھی آپس کی چھیڑیں برچھیاں — گاہ مغلوں سے رہا گاہ ہوا کا افغانستان

اس طرح صدیوں سے تھی بد امن تو ہندوستاں
آج کل کا سا تجھے آرام حاصل تھا کہاں

بعد مدت کے ہوئی آخر دعا تیری مجیب — نشۂ غفلت میں جس دم ہو گئے ہشیار قریب
ایک عرصہ ترے سے سو ہو جاگے نصیب — دیکھ کر خالی چمن لندن سے آئی عندلیب

ہر روش ہر گلبن گلشن میں آرائش ہوئی
اک نئی صورت سے اس میں افزائش ہوئی

میں نہیں کہتا کہ یہ بطمع آئے ہیں یہاں — میں نہیں کہتا کہ لی ہے بغرض ہندوستاں
گو حریص دہر میں ہیں پہ میں دانا ہیں زماں — سانپ مارے ہیں یہ لاٹھی کو نہ پہنچا ہے زیاں

غیر ہیں یہ گو مگر اغیار نہیں کچھ غیریت
خیر و خوبی سے بھری ہے انکی ساری سلطنت

رسم جو جور و ستم کی تھی انہوں نے بند کی — یک قلم ہی بند کر دی ہند سے رسم ستی
ہو گئی موقوف انکے عہد میں دختر کشی — عہد میں انکے ہر اک مذہب کو آزادی ملی

گر نہ ملجاتیں ہر اک مذہب کو یوں آزادیاں
مسجد و مندر میں ہم کیونکر منا لیتے شادیاں

ڈاک کا اس سلطنت میں ہو گیا وہ انتظام — ایک پیسہ میں ہزار دں کوس تک جاتے پیام
تار برقی کا ہوا ہے اس طرح پر انصرام — اہل لندن سے بھی ہو سکتی ہے یاں ہم کو کلام

ڈاک میں اور تار میں ہیں اور بھی صدہا مفاد
واہ کیا اقبال ہے اقبال میں ہے عدل و داد

برکتیں اس سلطنت کی کیا بیان کیجے بھلا — اور کو چھوڑو فقط لو سلسلہ اک ریل کا
غور سے کچھ سوچ کر اے شیخ مجھی دینا ذرا — ریل کا سا اور سواری میں کبھی دیکھا مزا

برق رفتار اور گھر سے بڑھ کر دل آرام ہے
باوجود اس کے کرایہ میں بھی سستا دام ہے

ہند میں اس سے تجارت کو بہت رونق ہوئی — غلہ گر نہ جاتا ملک ہند سے باہر کبھی
ریل کے باعث نہ ہوتی ہند میں شکل افلاس کی — ہر حفاظت ملک کی خاطر ضرورت ریل کی

کاٹ کر برسوں کی رہ آتا ہے انجن دیوتا
دور کے بچھڑوں کو گھنٹوں میں ہے دیتا ملا

پختہ سڑکیں بنگئی ہیں ملک میں بیشمار — جنکے دو رویہ درختوں کی نظر آتی قطار
ہیں کئی پھلدار جنمیں اور کئی ہیں سایہ دار — پا سکے جنسے مسافر ہو پیادہ یا سوار

رات کو تنہا روی اس سلطنت کا عام ہے
رہزنوں اور ڈاکوؤں سے ہر طرح آرام ہے

رسم انسانوں کی قربانی کی قطعاً بند کی — اور ننت نت کی پھانسی ٹھگوں ڈاکہ زنی
اور ٹھگوں کی قوم ملک ہند سے جاتی رہی — الغرض جور و ستم کی رسم رائج جو کہ تھی

عہد ملکہ میں گئی وہ ملک سے کافور ہے
ہند ساری عدل سے انصاف سے معمور ہے

ہندوؤں سے اور مسلمانوں سے ہند آباد ہے — مذہب ان دونوں کا آپس میں مگر متضاد ہے
گر حکومت ایک کی ہو دوسرا ناشاد ہے — حال مرغی کا جو دو ملاؤں میں ہو یاد ہے

مقتضائے وقت تھا اک ثالث باخبر ہو
عدل سے جو دونوں سے لیکن غیر ہو

بات یہ بھی تھی خوش قسمتی ہندوستاں — صاحب سلطنت آ کر دو بیٹھ گئے یہاں
ثالث باخبر ہیں اپنے بہت منتظم یہاں — یہ کنوں والی کرسی کشور ہے حکمران

جسکے فیض عام سے سب ملک آباد ہے
اور ہر فرد بشر پبلک کا دل سے شاد ہے

نہر نے مردہ زمینداروں کو زندہ کر دیا — نہر سے قحط کو عالم کو کچھ احساس نہ رہا
بار کے جنگل ہرے ہیں اس نہر سے منگل بنا — یہ وہی گنگا وہاں ہے بہتی ہے جہاں کربلا

جس جگہ جنگل نظر آتے تھے ہر سو خار دار
لہلہاتے ہیں چمن ان پر ہیں انہیں آبشار

علم کی ڈگری اسی عہد مبارک میں ملی — ہر جگہ تعلیم مستورات کی جاری ہوئی
کالجوں میں ہر جگہ تعلیم انگریزی ہوئی — جو زمانہ میں ہے پہنچی آج تحقیقات کی

قصبہ قصبہ میں مقرر اب شفاخانے ہوئے
مفت کی لیکر دوا مفلس شفا پانے لگے

امتحان سول سروس بھی مقرر ہو گیا — فاتحوں کے ساتھ ہی مفتوح ہم پلہ ہوا
چھاپہ خانہ بھی اسی عہد مبارک میں بنا — علم اخباروں رسالوں کے سبب شائع ہوا

اس زمانہ میں ہی آزادی ملی اخبار کو
سلطنت کے عیب بتلانے میں جو سرکار کو

شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں کمیٹی بنگئی — اب گلی کوچوں میں بو آتی نہیں سنڈاس کی
دیکھئے اقبال کی انکی نشانی اور بھی — ہر غلاظت بھی بہت سرخ گرانی سے رہی

تا صد و سی سال ہی اے ملکۂ وکٹوریہ
عہد میں تیرے ہمیں آرام ہے بے حد ملا

پہلے چیچک کا مرض نا تھا دو ہزار سالوار — بھینٹ جسکی ہوتی تھیں جانیں بیشمار
گو کہ ردّ تھے بہت یوں ہی کے آگے زار زار — پر نہ بچتے تھے جو بچتے تھے تو تھے وہ داغدار

ٹیکا جی نے کر دیا ہے سیتلا کو پائمال
اب تو چیچک سے نظر آتے ہیں یاں پر ثال خال

گوروں کالوں میں ہے تفریق کچھ انصاف کی — ہے رعایت مذہب و ملت کی نہ کچھ باقی رہی
خدا اس سے پڑھ کے ہی انصاف ہے روشنی — سینکڑوں کی بادشاہت و پر ڈگری ہوئی

گر کوئی حاکم ہوا جابر تو جھٹ محکوم ہے
گر کوئی افسر ہوا ظالم تو جھٹ مظلوم ہے

قریہ قریہ میں ہوئی سماج اور انجمن — دین اذان اسلام لے اور چھینا برہمن
کر نسیم میں شور بزم ناطقین الکلف پر وہیں۔ آگ ہے آتش پرستوں کی کہیں شعلہ فگن

الغرض ہر ایک مذہب ہو رہا آزاد ہے
ہر بشر وکٹوریہ کے عہد میں دل شاد ہے

کارخانہ ہند میں اب کثرت سے جاری ہوئے — عام روئی کے ہیں ہوئے اور تمباکو کے بیلنے
تیل نکلے ہے کسی سے اور کوئی کپڑا بنے — اور کوئی پانی صفا کر کے ہمیں دیں میوے کو

قیصرہ اس ہند پر لاکھوں تیرے احسان ہیں
جان و دل پبلک کے تیرے لطف پر قربان ہیں

جنتری دوائری اردو ۱۸۹۹ء کی تیار ہو گئی ہے۔ جو درخواست آنے پر مفت ارسال خدمت ہو گی جن اصحاب کو ضرورت ہو تحریر کریں۔

بنام دوا دار کانا تھ کمپنی لاہور

ترکی تاریخ کا ایک دلچسپ واقعہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ عزل و نصب کے وقت وارثان تاج و تخت میں خون ریزی نزاع ہونا شخصی حکومت کا کچھ کچھ لازمی نتیجہ ہے۔

جس طرح ہارون کے انتقال پر مامون اور امین میں ورثہ کی سخت ہول ناک مجادلے ہوئے۔ اسی طرح ۱۴۸۱ء محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کی وفات پر بایزید اور جمشید میں لڑائیاں ہوئیں۔ بایزید گویا مامون کی قسمت کا وارث تھا۔ اور جمشید۔ امین کی قسمت کا دونوں کا انجام ایک ہو امین کی زندگی ایک جانگزا ٹریجڈی پر ختم ہوئی۔ اور جمشید کی زندگی بھی۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ جمشید کی زندگی کے پر درد واقعات یورپ کی شجاعت پر بہت بڑا دھبہ لگاتے ہیں۔ اور ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں۔ کہ قرن وسطی کے دول یورپ مثلاً فرانس۔ اسپین اور مذہب عیسائی کے پیشوا اور امام۔ دنیوی جاہ و جلال کے حصول میں۔ نہ فضائل انسانیہ کا پاس کرتے تھے۔ اور مذہبی برکات کا۔ مورخانہ حیثیت سے یہ بتانا مشکل ہے۔ کہ بایزید اور جمشید میں فاتح قسطنطنیہ کا سچا خلیفہ کون تھا۔ مگر اس میں شک نہیں۔ کہ زمانہ نے جو سب سے زیادہ صائب الرائے۔ عادل اور زبردست ہے۔ بایزید کو عثمانی مسند کے لئے منتخب کیا۔ تاہم جیسا کہ زندگی کے ہر طبقہ اور ہر درجہ میں روزمرہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ بے صبر انسان کو بخت و اتفاق یا زمانہ کے فیصلہ پر قناعت نہیں ہوتی۔ جمشید نے پسند نہ کیا۔ کہ ایک آخری کش مکش کئے بغیر۔ تاج و تخت کو بھائی کے حوالہ کر دے۔ چنانچہ سخت خون ریز لڑائی ہوئی۔ لیکن اخیر پر جمشید کو وہی کارپردازان قدرت کا فیصلہ تسلیم کرنا پڑا۔ گویا دل نا خواستہ۔ جاہ طلب اور بلند نظر اشخاص میں جہاں۔ اور بہت محاسن ہوتے ہیں۔ ایک یہ عیب بھی ہوتا ہے۔ کہ ان کا استقلال حد سے بڑھ کر ضد اور ہٹ کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اور ہر ناکامی ان کو دو چند تیزی سے حصول مقصد کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ جمشید کی بھی یہی حالت تھی۔ ہر چند کہ بایزید نے اس کو ہر طرف سے مایوس اور ناکام دیکھ کر۔ صوبہ قرمان کی پوری آمدنی اس کے مصارف کے لئے وقف کی۔ اور چاہا کہ جمشید یورشلیم میں رہ کر آزاد۔ فارغ البال اور عزلت نشین زندگی بسر کرے۔ لیکن اس کے بلند پرواز حوصلوں نے تخت حکومت کی بلندی سے اترنا ذلت سمجھا۔ اور پامردی ہمسایہ سے ایک اور آخری جدو جہد کا قصد کر کے مجاہدین بیت المقدس سے استمداد کی۔

مجاہدین بیت المقدس یورپ کے قرن وسطی کا ایک مشہور مذہبی فرقہ تھا۔ جو جزیرہ روڈس میں جم کر اسلامی جہازوں پر اور بسا اوقات یورپین پر چھاپے مارتا تھا۔ اور غارت گری سے بسر اوقات کرتا تھا۔

اور چونکہ تمام دول یورپ کی طرح یہ آل عثمان اور دولت عثمان کا دشمن تھا۔ اس لئے فرقہ مذکور کا معلم اول ڈی ابوسن جو نہایت عیار۔ خون ریز اور بے اصول شخص تھا۔ اس نے شہزادہ جمشید کو باب عالی کے لئے رند کا کھٹکا اور فرقہ مجاہدین کے لئے سونے کی چڑیا سمجھ کر فوراً سنبھال لیا۔ اور ادھر تو شہزادہ سے ایک عہد نامہ پر دستخط کرائے کہ جب قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھے تو مجاہدین سے خاص خاص رعایتیں کرے۔ اور ادھر بایزید سے یہ گفتگو شروع کر دی۔ کہ اگر جمشید کو مدۃ العمر قید رکھا جائے۔ تو سلطان اس مقدس داروغہ جیل کو سالانہ کیا معاوضہ دے گا"

بایزید حقیقت میں نہایت فیاض منش اور عفو کار فرمان روا تھا۔ اس نے جمشید کو پھر اپنی تجویز پر توجہ دلائی۔ خطوط لکھے۔ نادی کو بیچ میں ڈالا۔ مگر جب ایک پیش نہ گئی۔ تو مجبوراً ڈی ابوسن کی تجویز منظور کر لی۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ جمشید کو کسی قسم کی تکلیف و اذیت نہ دی جائے۔ بلکہ صرف نظر بند رکھا جائے اور اس کے معاوضہ میں ... ۴۵ ڈوکٹ (ایک سکہ جو قیمت میں تقریباً دینار کے برابر ہوتا تھا) سالانہ معلم اول کو عطا کرے گا۔

جب ڈی ابوسن نے اس شرمناک سرمایہ تجارت کو سنبھال لیا۔ تو اب اس کو کسی محفوظ مقام رکھنے کی تدبیریں کرنے لگا اس لئے کہ یہ خبر تمام یورپ میں پھیل گئی تھی۔ اور دول یورپ میں سے ہر ایک بجائے خود چنگل مارنے کو تیار تھی۔ بڑی رد و قدح کے بعد یہ قرار دیا۔ کہ فرانس صلحائے ٹرکی میں داخل ہے۔ وہ باب عالی کے مصالح کے خلاف کچھ نہ کرے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ شاہزادہ جمشید کو قلعہ نائس جو جنوب میں واقع ہے۔ اور اس وقت مجاہدین بیت المقدس کے قبضہ میں تھا۔ قید کیا جائے۔

چنانچہ اوائل ۱۴۸۲ء میں جمشید ڈی ابوسن کے دام تزویر اور اپنی پیشانی سے بے خبر اس مذہبی گروہ کے وعدوں پر پھولا ہوا قلعہ میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے وہ مشہور قصیدہ لکھا۔ جو ترکی لٹریچر میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کا ایک شعر بہ جنسہ ہدیہ ناظرین ہے۔

جام جم نوش تیلے اے جام بفرنگستان ویر
ہر کلن باشینہ یازیلن جیلر دیواران دیر

ترجمہ اے جمشید تو اپنا جام جم چڑھالے۔ دیکھ کہاں تو اور کہاں یہ سرزمین فرنگ۔

مگر قسمت جو کچھ انسان کی پیشانی میں لکھا ہے۔ وہ ضرور پیش آتا ہے۔

قید کی تنہائی اور تسلسل سے تنگ آکر اور ڈی ابوسن کی امروز فردا سے اکتا کر جمشید نے ہنگری جانے کی اجازت مانگی۔ تاکہ وہاں بیٹھ کر ٹرکی میں جو ہوا خواہ ہیں۔ اُن کو آمادہ کرے۔ لیکن بڈھے معلم نے ترکیب سے اس کو بھی ٹال دیا۔ اور مہینوں یوں ہی دھوکے دے کر اور سبز باغ دکھلا کر ٹالتا رہا۔ جب شہزادہ کا اصرار حد سے بڑھنے لگا۔ تو مجاہدین نے اس کو نقل مکان سے بہلانا شروع کیا۔ اور نائس سے روزبین میں لائے۔ اور کچھ دن یہاں کو کربائی لے گئے۔ اور آخر ساسینج میں لا کر اور ایک ہفت منزلہ مینار بنا کر اُس میں قید کر دیا۔ یہ ہفت منزلہ مینار بھی کلیوپٹرا کے مینار سے کم نہ تھا۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے۔

جب ڈی ابوسن اپنی سونے کی چڑیا کو ساسینج میں لایا۔ تو اسی اثنا میں شاہزادہ کی مظلومہ اور حرمان نصیب بی بی نے جو مصر میں آتش فرقت سے جل رہی تھی۔ ۲۰ ہزار دینار بطور خون بہا۔ معلم کو بھیج کر بڑی عجز سے التجا کی۔ کہ شہزادے کو رہا کر دیا جائے۔ لیکن سفاک طینت اور سنگ دل ڈی ابوسن نے کمال بے حیائی اور سفلگی سے خون بہا ہضم کر لیا۔ اور شہزادے کی جان بخشی بھی نہ کی۔ اور برعکس مظلوم شہزادی کے حقوق زوجیت پامال کرنے کی غرض سے ایک شرمناک چال چلا۔ یہ کہ اپنی جوان کنواری بیٹی کو جس کا نام فلپائن ہیلن تھا۔ ایک معمولی دوست کے لباس میں شاہزادے کی خدمت میں پیش کیا۔ ایسی خود فروشی اور بے شرمی کی تدبیر کا جو کچھ نتیجہ ہو سکتا ہے۔ ناظرین خود قیاس کر سکتے ہیں۔ جمشید چونکہ شاعرانہ مذاق رکھتا تھا۔ تنہا اور بے مونس تھا۔ بہت ہیلن پر عاشق ہو گیا۔

ہیلن گو ایک سفاک طینت بے اصول اور قسی القلب شخص کی بیٹی تھی۔ مگر باپ کی طرح سنگ دل نہ تھی۔ شہزادہ کی محبت نے اُس کو اس درجہ مسحور اند مذہب عشق کا پابند کر دیا تھا۔ کہ بڈھے معلم کو سازش کا شبہ ہو گیا۔ اُس نے جمشید کو اور زیادہ سختی سے مقید کرنے کی فکر کی۔ اور ایک ہفت منزلہ مینار تعمیر کرایا۔ جس کے ہر درجہ میں پابندی اور تقید کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا۔

ادہر تو ڈی ابوسن داروغہ جیل بن کر ایسے شرمناک طریقوں سے دولت پیدا کر رہا تھا۔ اور اس ہوس میں تھا۔ کہ جمشید کو ہیلن کی عزیز بنا کر عثمانی نسل میں اپنا پیوند لگائے۔ اور ادھر یورپ کے مہذب اور تعلیم یافتہ اور آزادی پسند فرماں روا دنداں طمع تیز کر رہے تھے۔ اور سخت بے چین تھے۔ کہ کسی طرح قسطنطنیہ کے تاج و تخت کے وارث کو اپنے قبضہ میں لے کر بایزید کے دل میں کھٹکا پیدا کریں۔ اس مقصد کے لئے وہ ڈی ابوسن کو ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر جمشید کی قیمت دینے کو تیار تھے۔ اور بڈھا بردہ فروش اس فکر میں تھا۔ کہ روپیہ بھی اینٹھ لے۔ اور بردہ کو بھی قابو میں رکھے۔ اس لئے کہ خلاف صورت میں باب عالی سے جو ۴۵۔ ہزار دینار سالانہ ملتے تھے۔ وہ نہ ملتے۔ بالآخر چارلس ہشتم شاہ فرانس زیادہ صبر نہ کر سکا۔ اس نے کچھ تو ڈی ابوسن کو ڈرایا دھمکایا۔ اور کچھ جمشید سے درپردہ خط و کتابت کی اور یہ دھوکا دیا کہ یورپ اور روم اور فرڈیننڈ فرمانروائی نیپلز و حاکم ہنگری کی مدد سے ایک کافی فوج اکٹھی کر دی جائے گی۔ اس کے سہارے آپ بآسانی باب عالی پر قابض اور متصرف ہو سکتے ہیں۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جمشید ڈی ابوسن معلم اور مجاہدین بیت المقدس کے پنجہ سے نکل کر انوسنٹ کی حراست میں رکھا گیا۔ جناب تقدس مآب اسقف اعظم نے بڑی بندہ نوازی فرمائی کہ نہ صرف داروغہ جیل ہی ہے۔ بلکہ منجملہ تنخواہ سالانہ ۴۵۔ ہزار دینار کم پر یعنے صرف ۴۰۔ ہزار دینار پر اس خدمت کو منظور فرما لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب تقدس مآب نے ادھر بایزید سے اپنی تنخواہ طے کر لی۔ اور اُدھر جمشید کو اپنا عقیدت مند بنانے میں حد درجہ کا روحانی تصرف کیا کہ دونوں شہزادے یکساں طور پر ان کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ دیناروں کے لئے دو رخی چال مشکل نہیں۔ مگر مذہبی پیشواؤں کے لئے جو روم مقدس کی حدود سے باہر نکلے بدوں بہشت فروخت کر سکتے تھے۔ بہت مشکل تھا کہ شتر مرغ کی طرح شتر بھی بنے رہیں۔ اور مرغ بھی۔ مگر ناظرین کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ ادھر تو اسقف اعظم کا قاصد باب عالی میں سالانہ تنخواہ اور شرائط معاہدہ طے کر رہا تھا۔ اور ادھر اسقف اعظم بنفس نفیس جمشید کو بڑے خلوص و دل سوزی کے ساتھ موجودہ حالت پر مصابرت دلاتے تھے۔ اور قسطنطنیہ کی حکومت کا سبز باغ بھی دکھلاتے جاتے تھے کہ وہ وقت قریب ہے کہ شہزادہ ہنگری اور نیپلز کی دلاور فوجوں کے ساتھ قسطنطنیہ پر حملہ کرے۔ بایزید کو گرفتار کر کے خود عنان حکومت ہاتھ میں لے اور ٹرکی کی وسیع و بسیط سرزمین اور باشندوں کی قسمتوں کا مالک بن جائے۔

بدنصیب شہزادہ امید آئندہ کے نشہ میں مدہوش تھا۔ یورپ کے دینی پیشواؤں اور دنیوی بادشاہوں نے جو اس کے گرد مکڑی کا سا جالا تنا تھا اس کو اس کی کچھ خبر نہ تھی خلاصہ یہ کہ پورے تیرہ برس تک یورپ نے اس سرمایہ تجارت سے نفع اُٹھایا۔ اس عرصہ میں تمام یورپ کے شہزادے اور امیرزادے۔ ارل اور ڈیوک باری باری روم مقدس میں اسقف اعظم کی بارگاہ معلے میں آتے تھے۔ شہزادہ جمشید سے مل کر امیدیں دلاتے تھے۔ اور سلسلہ بیان میں دام تزویر بھی پھیلاتے تھے۔ مگر شاہزادہ پر انوسینٹ کا مقدس جادو کچھ اس طرح چلا تھا۔ کہ دوسرے کی قسمت آزمائی کی گنجائش ہی نہ تھی۔ انوسینٹ کا مقصد تھا کہ وہ عثمانی بساط کے اس مہرہ سے بڑے بڑے انقلابات پولیٹکل اور سوشل پیدا کرے۔ مگر باب عالی کی خوش نصیبی سے۔ یا شاید جمشید کی بدنصیبی سے اُس نے قبل

از وقت انتقال کیا۔ اور اب متبرک مسند پر ایک خاص شخص جلوہ آرا ہوا یعنی بورجیہ جس کا نام یورپ کے لٹریچر میں سمّ نکرہ بن کر داخل ہوگیا ہے۔ اور جب کسی زبان سے اچانک نکل جاتا ہے۔ تو بڑے بڑے شیر دل سُن کر دہل جاتے ہیں۔ یہ خون ریز کا مرادف اور جہاں سوز کا ہم معنے ہے۔ انوسینٹ ہیر بھی اپنی آخری مقاصد میں موت کے درجہ سے ناکام رہا۔ مگر بورجیہ موت کے قابو کا بھی نہ تھا۔ اس نے سلطان بایزید کے پاس قاصد بھیج کر یہ تجویز پیش کی۔ کہ بجائے جمشید کو ملک در ملک چھپاتے پھرانے سے اور شہر بہ شہر منتقل کرنے سے کیا فائدہ۔ بہتر ہے کہ ایک دفعہ اس جگہ پہنچا دیا جائے جہاں سے کبھی کوئی پھر کر آیا ہی نہیں (عدم آباد) بایزید کو تاج و تخت کی ہوس ضرور تھی۔ مگر بھائی کی جان کا درپے نہ تھا۔ اس نے اس تجویز کو منظور نہ کیا۔ مگر بورجیہ نے کچھ اور اسی قسم کی چالیں دے کر اُس سے بالا ضرور دو لاکھ دینار اینٹھ لئے۔ ابھی یہ رقم کثیر غالباً اسقف اعظم کے مقدس بیت المال میں پوری طرح محفوظ نہ ہوئے تھے۔ کہ چارلس شاہ فرانس نے رومہ پر حملہ کیا۔ اور بارگاہ معلّی کو ہر طرف سے گھیر کر بورجیہ کو صلح پر مجبور کر دیا۔ شرائط صلح کے منجملہ ادھر سے ایک شرط یہ بھی پیش ہوئی کہ شاہزادہ جمشید کو سپرد کر دیا جائے مگر افسوس بدنصیب جمشید کا کاسہ مصائب اب لبریز ہوچکا تھا نہ بایزید کی اخوت کو اس پر رحم آیا۔ نہ روڈس کے غازیوں کے مہمان نوازی کو ترس آیا۔ نہ یورپ کے مہذب فرمان رواؤں کی نظم گستری اور انسانی ہمدردی کو حرکت ہوئی۔ اور نہ اسقف اعظم کی روحانیت کو جنبش ہوئی۔ جب دنیا والوں میں سے کسی نے اس کو مساعدت نہ کی تو بالآخر موت کو اس پر رحم آیا۔ بورجیہ نے عین اس وقت جب کہ چارلس کی شرائط سے مجبور ہوکر بارگاہ اور رومہ کو خالی کر دیا تھا۔ کم بخت اور مظلوم جمشید کو زہر دے کر مار ڈالا۔ بعض کہتے ہیں قدسی نفس پوپ نے زہر آلود اُسترا مارا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ شربت میں زہر ملا کر دے دیا۔ زندگی کے آخری دنوں میں اس کے دل پر یاس و حرمان نصیبی نے قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ چند اشعار سے جن کا ترجمہ ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اور جو روم میں لکھے تھے۔ کافی اندازہ ہوتا ہے۔ اصلی شعر ترکی زبان میں ہیں۔ اس لئے بجنسہ لکھنا بے سود ہوگا سیں یہ ہے۔ فرض کرو کہ ایک سنگلاخ جزیرہ ہے۔ اس کے ساحل پر سمندر کے ساتھ ساتھ ایک کوہستانی سلسلہ دور تک کھینچا چلا گیا ہے۔ اس کی اونچی نیچی چوٹیاں۔ گھاٹی اور اس کے پہلو۔ ہر جوف اور ہر بلندی دلہنے جوڑے کی بجائے سیاہ ماتمی لباس پہنے ہوئے ہیں آسمان کے مکدر چہرہ سے ہیبت ٹپک رہی ہے۔ کبھی کبھی رعد کڑک جاتی ہے۔ ہر طرف اس قدر سکوت اور سناٹا ہے کہ ہوا کا مقام معلوم ہوتا ہے۔ یہاں ایک بدنصیب شخص کسی پتھر پر متفکر بیٹھا ہے۔ اس لئے کہ اس کی موت کا فتویٰ لگ جا چکا ہے۔ اور تصویر مرگ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔

انجمن اسلامیہ لاہور کی مکروہ کارروائی

سراج الاخبار مطبوعہ ۲۵۔ جولائی میں اس خبر کے پڑھنے سے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے جو میموریل امہات المؤمنین کی اشاعت کی بابت گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ وہ خدا کے فضل سے نامنظور ہوا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو خوشی بھی ہوئی ہوگی اور افسوس بھی۔ افسوس اس لئے کہ ہماری معزز انجمن کو جنہوں نے حمایت اسلام کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے۔ ان کو اس مکروہ کارروائی سے ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔

اوّل۔ تو اس کتاب کا جواب لکھنے سے عاجز اور تنگ ہوکر گورنمنٹ کی خدمت میں ایسا میموریل بھیجنا ہی شرم کی بات ہے دوسرا اُس وقت بھیجنا جبکہ اشاعت ہوچکی اور جو کچھ صدمہ پہنچنا تھا وہ پہنچ چکا۔ پھر سب سے بڑھ کر اس میموریل کا نامنظور ہونا نہایت ہی شرم کی بات ہے۔

اراکین انجمن نے کیوں نہ اس طرف توجہ کی کہ اس کتاب کا جواب شائستہ طور سے لکھے۔ اور اپنے سر سے وہ فرض اُتارے جس کا اتارنا اس کے واسطے ضروری ہے۔ جیساکہ انجمن کے ماہواری رسالہ کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ "مقاصد انجمن حمایت اسلام لاہور (۱) معترضین اصول مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینا اور اس مذہب مقدس کے اصول کی حمایت اور اشاعت کرنی"

جب انجمن کے مقاصد میں سے مقصد اول یہی ہے۔ کہ معترضین اسلام کا جواب دینا اس کا پہلا فرض ہے۔ تو پھر کیوں معترضین کو جواب نہیں دیا جاتا۔ کہاں ہیں ان کے بڑے بڑے لائق پروفیسر اور حامی جو سالانہ جلسہ پر سکندر نامہ کے برابر نظمیں تیار کر کے حاضرین کا دل خوش کرتے ہیں اور ہنساتے ہیں۔ اور کہاں غروب ہوگئے ان کے شمس العلما مولوی و مسٹر نذیر احمد خاں صاحب بہادر۔ اگر انجمن سے یہ بھی نہیں ہو سکتا تو پھر وہ کس مرض کی دوا ہے۔

اکثر لوگ یہی خیال کرتے ہیں۔ کہ انجمن جواب لکھنے سے عاجز ہے۔ اسی واسطے گھبرا کر گورنمنٹ کے پاس دوڑی۔ ایسا ہی پچھلے سال کسی عیسائی نے چار سوال بہ غرض طلب جواب بھیجے۔ تو **مرزا غلام احمد صاحب قادیانی** نے ان کا جواب لکھا تھا۔ اور جب وہ اسلامیہ کالج میں جواب پڑھے گئے۔ تو پڑھنے سے پہلے جناب سکرٹری انجمن نے فرمایا۔ کہ چونکہ اس انجمن کا پہلا مقصد ہے کہ مخالفوں کا جواب دیا جائے۔ لہٰذا مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے۔ کیا خوب جواب لکھنے والے مرزا صاحب اور فرض انجمن کا ادا ہوگیا۔ اور لوگ حیران تھے کہ اکثر اراکین انجمن تو مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں۔ تو پھر کیوں انہیں کو مختار کرتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے لڑو اور ہماری حمایت کرو۔

اگر اب بھی انجمن پچھلے سال کی طرح مرزا غلام احمد صاحب کی طرف لکھ دیتی۔ کہ ہمارا ہاتھ پکڑو تو میموریل بھیجنے سے یہ اچھا تھا۔ کیونکہ وہ تو اسی کام

[illegible]

کیا ہمارے قول اور فعل مطابق ہیں؟

شیخ محمد عبدہ - جو مصر کا ایک نامور فاضل اور مشہور ادیب ہے - اُس کا ایک مضمون اخبار "المنار" میں چھاپا گیا ہے - یہ اخبار مصر سے ابھی ابھی شائع ہونے لگا ہے - چونکہ یہ مضمون اس قابل ہے - کہ ہمارے قوم کے ممبر اور قومی تہذیب اور تربیت چاہنے والے اس کو غور سے ملاحظہ کریں اس لئے ہم اس مضمون کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں -

انسان کی سب سے ادنےٰ اور ذلیل خصلت یہ ہے - کہ زبان سے کہے - اور کچھ کر کے نہ دکھائے اور دوسروں کو اُس بات کی ہدائت کرے - جس سے وہ خود گمراہ ہے - اور لوگوں پر وہ الزام لگائے - جو اسی پر چسپاں ہوتے ہیں - یہ خصلت جس کسی میں پائی جائے وہ ایک لحاظ سے جاہل ہے اور ایک لحاظ سے اپنے عیب کا آپ اقرار کرتا ہے اور ایک لحاظ سے پست ہمت اور بد باطن ہے -

جاہل تو اس لئے ہے - کہ جب وہ علم اور فضیلت کا دعوےٰ کرے - اور لوگوں کو کوئی ظاہری علامت اس کے علم اور فضیلت کی محسوس نہ ہو - یعنے نہ کوئی نفیس کتاب اس نے تصنیف کی ہو جس سے قوم کو فائدہ پہونچے اور اس کتاب کے مضمون کو ہر قوم کے علماء اور اہل بصیرت نفیس اور نادر سمجھیں نہ اس نے کسی قدرتی راز کو حل کیا ہو - نہ کسی مشکل مسئلہ پر روشنی ڈالی ہو اسی طرح جب وہ خیال کرتا ہو کہ سننے والے اسکی باتوں کو مانتے ہیں اور اس کو سچا جانتے ہیں تو وہ یقیناً اس بات سے جاہل ہے کہ قدرتی طور پر ہر شخص سنی ہوئی باتوں کو تجربہ اور مشاہدہ کی کسوٹی پر کستا ہے اور قول اور فعل کو مطابق کرنا چاہتا ہے - اور دیکھتا ہے کہ جس بات کی شہرت یا افواہ ہے وہ کس قدر حقیقت سے دور یا نزدیک ہے اگر وہ دونوں میں مطابقت نہیں پاتا تو اس قول کو رد کرتا ہے - اور اس شہرت کو غلط افواہ قرار دیتا ہے اور اس دعویٰ کو باطل ٹھہراتا ہے - اس حالت میں جو لوگ ایسی باتیں زبان سے نکالتے ہیں - جن پر وہ عمل نہیں کرتے - ان کے دعوے انہی کے لئے موجب وبال ہوجاتے ہیں - وہ تمام انسانوں کی نظر سے گرجاتے ہیں - کیونکہ وہ سوائے جھوٹی باتوں اور ایسے دعووں کے جنکی کوئی اصلیت نہیں ہے ان کا کوئی مفید کام نہیں دیکھتے -

اسی طرح جو لوگ نصیحت کرتے ہیں - اور آپ اس نصیحت کے خلاف عمل کرتے ہیں - اور سمجھتے ہیں کہ لوگ اُن سے ہدائت طلب کرتے ہیں - ....

.... اور ان کو اپنا پیشوا اور ہادی اور واجب العمل سمجھتے ہیں - وہ بلا شبہ گہری غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں - اور جہل مرکب میں گرفتار ہیں - کیونکہ وہ اس نکتہ سے غافل اور اس حقیقت سے جاہل ہیں کہ کہنے کی نسبت کرنے کا اثر زیادہ ہوتا ہے - زبان سے جو بات نکالی جائے ممکن ہے کہ جھوٹ ہو یا سچ ہو - اور سننے والے اس کے سمجھنے میں تردد کریں - اور یہ تردد ان کو اس بات پر عمل کرنے نہ دے - مگر عمل ایک محسوس چیز ہے جس کا دلوں پر فوری اثر ہوتا ہے - اور اگر اس کام کے کرنے میں کوئی فوری لذت منفعت حاصل ہوتی ہو تو لوگ بہت جلد اُس کے کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں -

جو لوگ دوسروں پر الزام لگاتے ہیں - اور وہ عیب انہی میں موجود ہوتے ہیں - وہ اس بات سے جاہل ہیں کہ اوروں کو عیب لگانا جیسا کہ ان کی خصلت میں داخل ہے - لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ ان کے عیبوں کو ٹٹولیں - اور کھود کھود کر نکالیں - مثلاً جو انسان متکبر ہے - اور دوسروں پر تکبر کا الزام لگاتا ہے - وہ درحقیقت اپنے تکبر کی خصلت کو ننگا کرتا ہے - اور نہیں جانتا کہ اس کا عیب بھی ایک دن علی الاعلان تشریح کیا جائے گا -

ہم نے کہا ہے کہ جو لوگ زبان سے کہتے ہیں مگر ہاتھ سے کچھ نہیں کرتے - دوسروں کو ہدائت کرتے ہیں - مگر آپ اس ہدائت پر نہیں چلتے - اور لوگوں میں وہ عیب نکالتے ہیں جو خود ان میں موجود ہوتے ہیں - وہ اپنے عیب اور نقص کا آپ اقرار کرتے ہیں - یہ اس لئے کہ جو دعوے وہ کرتے ہیں اور جو بات مونہہ سے نکالتے ہیں وہ اس بنا پر نہیں ہے - کہ کوئی کام ان کے ہاتھ سے بن آیا ہے - بلکہ اس لئے کہ سننے والوں کے دل پر اُن کی کمال اور فضیلت کا سکہ بیٹھ جائے اور وہ سمجھیں کہ ہمارے ناصح اس درجہ پر پہنچ چکے ہیں جس کی ہدائت کرتے ہیں - اور جو عیب وہ اوروں میں نکالتے ہیں وہ ان میں نہیں ہیں - مگر درحقیقت جس کمال کے وہ مدعی ہیں اور جس فضیلت کو وہ اپنی ذات کی طرف منسوب کرتے ہیں - اور جس کو وہ بزرگی اور شہرت اور دنیا کمانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں - وہی کمال اور وہی فضیلت بلند آواز سے پکارتے ہیں - کہ حاشا و کلا ہم ان میں نہیں ہیں - اور ان سے بہت دور ہیں - کیونکہ اگر فی الواقع وہ کمال ان میں ہوتا جس کا وہ دعوے کرتے ہیں - اور وہ فضیلت ان میں موجود ہوتی جس کو وہ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں - تو اس کمال اور فضیلت کے نتیجے نمایاں ہوتے - اور وہ نتیجے ہر حال میں ان کی بزرگی اور عزت کی گواہی دیتے - نہ اس کی ضرورت تھی - کہ وہ اپنی بزرگی اور عزت کا دعوے کریں - نہ اس کی کہ وہ اوروں پر الزام لگائیں نہ اس حالت میں خود ستائی کرنے کی حاجت تھی - نہ اوروں کی نسبت بدگوئی کرنے کی - جھوٹی بزرگی اور جھوٹی عزت کا دعوے کرنے کی جگہ اگر وہ کوئی کارنمایاں کرتے تو لوگوں کے دل خود بخود ان کی طرف کھچتے اور اُن کی بات پتھر کی لکیر سمجھی جاتی - پس جو لوگ خود ستائی کرتے ہیں - اور ان فضیلتوں کا دعوے کرتے ہیں -

جو اُن کی ذات میں نہیں ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اُن کے اظہارِ کمال سے دوسروں پر الزام قائم ہو۔ وہ بلاشبہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ اُن میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اور ان کے دعوے کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ وہ مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں۔ تاکہ سننے والوں کو دھوکا دیں۔

جن لوگوں میں یہہ ذلیل خصلت اور یہ بُری عادت ہوتی ہے۔ وہ پست ہمت اور بدباطن بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ درحقیقت نہیں چاہتے۔ کہ ان کو کوئی اصلی فضیلت حاصل ہو۔ یا وہ کسی درجۂ کمال پر پہنچیں۔ وہ تو یہہ چاہتے ہیں۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ زندگی بسر کریں۔ وہ نادانوں کے مجمع میں بیٹھ کر ان کو دھوکا دیتے ہیں۔ تاکہ وہ سمجھیں۔ کہ اُن میں وہ صفات موجود ہیں۔ جن کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ یا جن کی وہ ہدایت کرتے ہیں۔ اور وہ اُن عیبوں سے خالی ہیں۔ جن کا وہ دوسروں پہ الزام لگاتے ہیں۔ ان کی اصلی غرض یہہ ہے۔ کہ لوگ اُن کی تعظیم کریں۔ اور اس ذریعہ سے اُن کی ذلیل خواہشیں پوری ہوں۔ اور ان کی ہوا و ہوس کے شعلے سرد ہو جائیں۔ کوئی شک نہیں ہے۔ کہ اس لحاظ سے وہ دھوکے باز اُن اُچکوں اور چوروں کی مانند ہیں۔ جو دنیا کمانے کے لئے ہر قسم کا حیلہ کرتے ہیں۔ خواہ وہ حیلہ کتنا ہی ذلیل کیوں نہ ہو۔ اُن لوگوں اور ان لوگوں میں اگر فرق ہے تو صرف نام کا ہے۔ کیوں کہ ان کی نسبت نہیں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ جھوٹی باتیں سنا کر لوگوں کو دامِ فریب میں لاتے ہیں۔

پس بلاشبہ ایسا قول جس کے ساتھ عمل کی شہادت نہ ہو۔ نہایت بری اور [illegible] خصلتوں میں سے ہے۔ کیونکہ اس [illegible] انسان کے ایسے اوصاف ظاہر ہوتے [illegible] طور پر ناپاک اور ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ ہم کو افسوس ہے۔ کہ یہہ کمینی خصلت ہمارے ملک کے باشندوں میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ ایسے لوگ جو زبان سے کہنے کے ساتھ کچھ کر کے بھی دکھائیں۔ نہایت کم ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اخباروں میں ایسی باتیں شائع کریں۔ مگر ایسے عیبوں کے چھپانے سے کیا فائدہ ہے۔ جن کو غیروں نے تاڑ لیا ہے۔ پس ہم کو سب سے زیادہ اس بات کا حق حاصل ہے۔ کہ ان عیبوں کو جتائیں۔

اگر ہم تلاش کریں۔ تو خانگی مجمعوں یا عام جلسوں میں ایسے لوگ مل جائیں گے۔ جن میں سے ایک کہتا ہے۔ کہ میں تمام عقلی اور نقلی علوم تحصیل کر چکا ہوں۔ اور بڑی بڑی کتابیں مطالعہ کر چکا ہوں۔ میں ان کتابوں کے اعلےٰ مضامین سے واقف ہوں۔ اور ان کے دقیق اور عمیق نکتوں سے آگاہ ہوں۔ اور اُن کے تمام اسرار حل کر چکا ہوں۔ طالب علمی کے زمانہ میں میری ذہانت اور حافظہ اور خوش فہمی کا شہرہ تھا۔ ایک کہتا ہے۔ کہ میں فنونِ مناظرہ میں پورا ماہر ہوں۔ مخالف کو اپنی قوی دلائل سے خاموش کر سکتا ہوں۔ طالب علموں کو مطلب سمجھانے کا خاص ملکہ مجھ کو عنایت ہوا ہے۔ جو اور کسی عالم کو حاصل نہیں ہے۔ میں اپنی فصاحت سے مردہ دلوں کو زندہ کر سکتا ہوں۔ مضامین کے قالب میں روح پھونکنا۔ اور کائنات کے اسرار پر روشنی ڈالنا میری تقریر اور تحریر کا ادنیٰ کام ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر تم اُن کا حال دریافت کرو۔ جن میں علم کی یہ قوت اور تعلیم کا یہہ ملکہ خیال کیا جاتا ہے۔ تو دیکھو گے۔ کہ وہ ایسی باتوں کا دعوے کرتے ہیں۔ جو فی الواقع ان میں موجود نہیں ہیں۔ اور اُن کو یہ کہتے سنو گے۔ کہ اگر دنیا کے لوگ اس طریقہ پر چلتے۔ جس پر میں چلتا ہوں تو علم کا دائرہ وسیع ہو جاتا۔ اور تعلیم دنیا میں عام طور پر پھیل جاتی۔

لیکن نہایت سچ اور نہایت صحیح بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اصلی تصنیفات نہیں ہیں۔ اگر کچھہ ہیں تو مضمون یا عبارت کے لحاظ سے ناقص ہیں۔ مصنفوں کا اصلی مطلب اُن کی عبارت سے معلوم نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے اُن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طالب علم جن مضامین پر اپنی عمریں صرف کرتے ہیں۔ اُن کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ سب سے عمدہ دلیل اس بات کی جو ہمارے پاس موجود ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ غیروں کے محتاج رہتے ہیں۔ اور آزادی اور خود مختاری کے ساتھ کوئی کام کسی علم یا فن میں جس کو انہوں نے سیکھا ہے نہیں کر سکتے۔

بعض آدمی ایسے ہیں کہ اگر تم ان سے عام فائدوں اور عام بہبودی کا ذکر چھیڑو تو وہ نہایت چرب زبانی کے ساتھ اس کی باریکیاں بیان کریں گے۔ اور ان فرائض کی تشریح کریں گے۔ جو پبلک کے کام میں سب پر واجب ہے۔ اور ان وسائل کی تفصیل کریں گے۔ جن سے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور جن سے نقصانوں کے دور ہونے کی توقع ہے۔ اور جنسے قوم کی بہبودی اور اُس کی شان و شوکت کے بلند ہونے کی امید ہے۔ مثلاً وہ کہیں گے۔ کہ انصاف کی روشنی سے ملک کو منور کرنا۔ مردہ قالبوں میں علم کی روح پھونکنا۔ اہلِ ملک کو حقوق کی مساوات پر لانا نہایت ضروری ہے۔ لیکن یہ لوگ اگر پبلک کی خدمات پر مقرر ہو جاتے ہیں۔ تو وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ

بھلائی سے دور اور برائی سے نزدیک ہوتے ہیں - حقوق کے مساوات سے مونہہ پھیرتے اور انصاف کے خیال سے نفرت کرتے ہیں - گوکہ وہ یہی الفاظ پہلی بار زبان پر لاتے ہیں - ان کی باگ خودغرضی کے ہاتھ میں ہوتی ہے - جہاں چاہے - ان کو لے جائے - یہی ایک قانون ہے - جس کے سامنے ان کی گردنیں جھکتی ہیں - اس حالت میں وہ جو جو بے اعتدالیاں کرتے ہیں - سب کو قانون اور سب کو حق جانتے ہیں - افسوس اور نہایت افسوس کی بات یہ ہے - کہ وہ اس حالت میں بھی ناصح بننے کا دعوے کرتے ہیں - اور نہیں شرماتے - نہ ان کی زبان نصیحت گوئی اور حق شناسی کے دعوے میں لغزش کرتی ہے - اگر کسی بات میں کوئی ان سے بحث کرے - اور ان کو حق بات سمجھائے - اس خیال سے کہ وہ پہلے نصیحت قبول کرتے - اور حقوق کے مساوات کا دعوے کر چکے ہیں - تو وہ بیہودگی اور بدزبانی پر اتر آتے ہیں - اور اس شخص کے دشمن ہو جاتے ہیں - جو اُن کی کسی رائے سے اختلاف کرتا ہے - یا کسی بات میں اُن کو نصیحت کرتا ہے -

بعض لوگ غل مچاتے ہیں - کہ نوع انسان پر جو مصیبتیں طاری ہوتی ہیں - اُن کا باعث سوائے باہمی بغض و حسد - نااتفاقی - خودغرضی اور پبلک کے فائدوں سے بے پروائی کرنے کے نہیں ہے - اسی طرح کی اور باتیں بیان کرتے ہیں - جو درحقیقت صحیح اور مسلم ہیں - اور ایسے آدمی ہر روز ہزاروں ملیں گے - جو ان باتوں کو مانتے ہیں - اور دعوے کرتے ہیں - کہ ہم پورے طور سے اتحاد اور اتفاق پر مائل ہیں - لیکن اگر کوئی شخص اپنا حق طلب کرے - جو اُن کی گردن پر ہے - اور نہایت نرمی اور انسانیت سے طلب کرے - تو بھی وہ غصہ سے سانپ کی طرح بل کھاتے ہیں - اگر ان سے درخواست کی جائے کہ وہ مظلوم کی دادرسی کریں - یا ایک بھائی کی تکلیف کو رفع کریں - یا ان لوگوں میں سے جو اُن کے دائرہ حکومت میں داخل ہیں - کسی کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں - تو وہ لیت و لعل کرتے ہیں - اور طرح طرح کے عذر پیش کرتے ہیں - یا صاف انکار کرتے ہیں - اور سرکشی سے پیش آتے ہیں - اور کہتے ہیں - کہ یہہ ہم سے نہیں ہو سکتا - اگر ان سے کہا جائے کہ وہ کسی مفید عام کام میں مدد دیں - جس سے زراعت کو یا کسی ہنر کو ترقی ہوتی ہے - یا اصلی تربیت پھیلتی ہے - تو وہ اس کام کو حقیر جانتے ہیں - اور ان لوگوں کو احمق ٹھہراتے ہیں - جو اس کام کے درپے ہیں - اور کہتے ہیں - کہ اس سے ہماری ذات کو کیا فائدہ تم عوام کو اور ان کے کام کو چھوڑدو - ان کو ہمارے سوا اور بہت سے مل جائیں گے - گویا کہ وہ خیال کرتے ہیں - اُلفت - محبت - اور اتفاق جس کا وہ دعوے کرتے ہیں - اور جس کی طرف اپنا میلان بتاتے ہیں - اُن کی طرف سے لوگوں کے ساتھ نہ ہو - بلکہ لوگوں کی طرف سے ان کے ساتھ ہو - اور وہ بھی نہ کسی نفع کی امید پر ہو - نہ رفع تکلیف کے خیال پر - ان کے فلسفہ کا یہہ نچوڑ ہے - کہ ان کو پبلک سے فائدہ پہنچے مگر ان کی ذات سے پبلک کو کوئی توقع نہ رکھنی چاہئیے - اس قسم کے لوگ فی الحقیقت نہایت نادان اور نہایت احمق ہیں - اور اُن کے خیالات سراسر گمراہی اور ضلالت پر مبنی ہیں - نہایت تعجب ہے - بلکہ نہایت افسوس ہے - کہ اس خیال کے لوگ ہماری قوم میں بہت زیادہ ہیں -

بعض لوگ دوسروں کو انصاف کی نصیحت کرتے ہیں - لیکن اگر اُن کا ذاتی نفع کسی شخص کے حق سے ٹکرا جائے - تو وہ اس حق کو بے تکلف پامال کرتے ہیں - اور اپنی غرض پوری کرتے ہیں - گویا کہ اُن کے نزدیک یہی انصاف ہے - جس کا وہ دعوے کرتے تھے - یا وہ نصیحت پر عمل کرنا کسی دوسرے وقت پر ملتوی کرتے ہیں -

بعض لوگ ظالموں - گناہ گاروں بدانتظام اور بدتدبیر لوگوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں - پھر وہ آپ ہی اس بھنور میں ڈوب جاتے ہیں - جس کے صاف معنے یہ ہیں - کہ اگر وہ افعال اُن کے سوا اوروں سے صادر ہوں - تو ان پر نکتہ چینی نہیں ہو سکتی - بلکہ اُن کی ذات مقدس کے سبب سے ان افعال میں برائی کی جگہ بھلائی پیدا ہو جاتی ہے - یہہ لوگ جن کا میں نے ذکر کیا - نہیں جانتے - کہ دنیا میں فی الواقع برائی کیا ہے - اور بھلائی کیا - نیکی کیا چیز ہے - اور بدی کیا چیز یہہ الفاظ ہیں جن کے بولنے کا حق اُن کو وراثتاً حاصل ہے - گوکہ وہ نہیں جانتے - کہ ان کے معنے کیا ہیں - وہ ان الفاظ کو خاص خاص موقعوں پر بولنے کے عادی ہیں - اور جس طرح سنتے رہے ہیں - اسی طرح ان کو استعمال کرتے ہیں - نہ وہ ان کے معنے سمجھتے ہیں - نہ ان کی کوئی حقیقت اُن کے خیال میں آتی ہے - ان کا وجود سوسائیٹی کے لئے نہایت بدقسمتی اور بدبختی کا باعث ہے - وہ حیوانیت

کے ادنےٰ درجہ میں ہیں۔ اور حقائق کو نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک بھلائی کی بات وہی ہے۔ جس سے کسی وقت ان کو لذت حاصل ہو۔ جب وہ وقت گذر جاتا ہے۔ تو وہ بھلائی بھی جاتی رہتی ہے۔ پھر اگر اس سے دوسری دفعہ کسی موقع پر ان کی ہوائے نفسانی پوری ہو جائے۔ تو فوراً وہ بھلائی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک برائی کی بات وہی ہے۔ جو کسی وقت ان کو تکلیف پہنچائے۔ جب وہ تکلیف جاتی رہتی ہے۔ تو برائی بھی فراموش ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہی برائی دوسروں کو تکلیف پہنچائے۔ تو اُن کے نزدیک تکلیف دہ نہیں ہے۔ نہ وہ اس کو افسوس کی نظر سے دیکھیں گے غرضیکہ اون کے نزدیک حسن و قبح کا معیار خود اُن کی ذات ہے۔ اگر کوئی کام ان کی راحت و لذت میں خلل ڈالتا ہے۔ گو کہ اوروں کو اس سے نفع ہو تو وہ بڑا ہے۔ اور اگر کوئی کام ان کو ضرر نہ پہنچاتا ہو۔ بلکہ ان کی خود غرضی کا مددگار اور اُن کی راحت و آرام کا باعث ہو۔ گو کہ اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہو۔ تو وہ اچھا ہے۔ نہ فی الحقیقت وہ بھلائی کو بھلائی جانتے ہیں۔ نہ برائی کو برائی۔ نہ مفید کو مفید خیال کرتے ہیں۔ نہ مضر کو مضر۔ یہہ اُن کی نفسانی اُمنگیں اور ذاتی اغراض ہیں۔ جن کو عام بہبودی رفاہ عام۔ ملکی حقوق اور قومی ہمدردی وغیرہ شاندار لفظوں کا لباس پہناتے ہیں۔ یہہ الفاظ جو کھوکلے اور اندر سے خالی اور محض بے معنے ہیں۔ بار بار اُن کی زبانوں پر آتے ہیں۔ باوجود اس کے وہ اپنے قول اور فعل کے بُرے نتائج سے نہیں بچ سکتے۔ اُن کی جہالت۔ اُن کی نادانی۔ اور اُن کی غفلت آخر کار ان کو سزا دیتی ہے اُن کا خاتمہ نہائت بُرا اور اُن کا انجام نہائت خوفناک ہوتا ہے۔

ہم نہیں چاہتے۔ اور نہیں پسند کرتے کہ ہمارے قوم کے ممبر اپنی زبان سے ایسی باتیں نکالیں۔ جن کے ساتھ عمل کی شہادت نہیں ہے۔ ہم تو یہی بات پسند کرتے ہیں۔ کہ بہ نسبت قول کے عمل زیادہ ہو۔ اور ہمارے ملک کے تمام باشندے چھوٹے ہوں یا بڑے اس اصلی فضیلت کے حاصل کرنے میں کوشش کریں۔ جس کی خوبیوں کا وہ اقرار کرتے ہیں۔ اور اُس کے موافق اُن کے افعال ہوں۔ تاکہ وہ فضیلت خود گواہی دے۔ کہ جو شخص اُس کے رکھنے کا دعوے کرتا ہے۔ اس میں فی الواقع موجود ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ . . . . کہ اصلی کام جو اصلی قوانین زندگی کے مطابق ہوں۔ تمام مُلک میں پھیل جائیں۔ اور قوم کی تمام خواہشیں اور ضرورتیں اُسی طرح پوری ہوں۔ جس طرح پوری ہونی واجب ہیں۔ تاکہ ہر شخص اپنی محنتوں سے جو باقاعدہ کی گئی ہوں۔ اصلی کامیابی حاصل کرے۔ اور خاص و عام سب کو فائدہ پہنچے۔ یہ شور و غل اور بیہودہ گوئیاں کم زوری کی خبر دیتی ہیں۔ اور سوائے ناکامی اور نامرادی کے ان کا کوئی نتیجہ نہیں ہے"۔

ہم آخر میں اس بات کے کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ کہ یہہ مضمون جو شیخ محمدؐ عبدہ نے اپنے ملک کی تہذیب اخلاق کے لئے لکھا ہے۔ بہت زیادہ ہماری قوم اور ہمارے ملک کے لئے موزون ہے۔ یہاں بھی بہت سے تعلیم یافتہ ہیں۔ جو قومی ہمدردی اور قومی ترقی کا غل مچاتے ہیں۔ اور کام کرنے کے وقت کچھ نہیں کرتے۔ اپنی قوم کے عیب کھود کھود کر نکالتے ہیں۔ اور ان کو نصیحت کرتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ نصیحت یا الزام کے وہی مستحق ہیں۔ کاش وہ اسپیچ کم کریں۔ اور کام زیادہ تاکہ اصلی ترقی کی بنیاد قائم ہو۔

واللہ الموفق و المعین۔ نعم المولےٰ و نعم النصیر۔

امیر المومنین۔ نے ۲۷۔ جون کو روسی سفیر کو محل سلطانی میں دعوت دی وزیر اعظم۔ دیگر وزراء غازی عثمان۔ ادہم پاشا اور مارشل کا مفود وینز پاشا (جرمن) بھی مدعو تھے۔ دعوت کے بعد امیر المومنین نے سفیر مذکور سے پون گھنٹہ پرائیویٹ ملاقات کی۔ اور اُسے بہ وقت رخصت طبقہ امتیاز کے طلائی و نقرئی تمغے اور اُس کے سکرٹری کو طبقہ لیاقت کا سنہری تمغہ عطا کیا۔

ترکی گورنمنٹ نے جزیرہ قبرص میں جو ۱۸۷۸ء سے انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ رفیق بک کو نیا مفتی مقرر کیا ہے۔

امیر المومنین نے کرنیل سر ہربرٹ چیر ہشاید کو جو انگریزی فوج متعینہ کریٹ کے کمانڈر ہیں۔ اور آخر جون میں قسطنطنیہ گئے تھے۔ طبقہ عثمانیہ کا تمغہ درجہ دوم عطا فرمایا ہے۔ تمغہ مذکور سعید پاشا پریسیڈنٹ مجلس شوریٰ نے کرنیل صاحب کو باب عالی میں بلا کر بتاریخ ۳۰۔ جون اپنے ہاتھ سے حوالہ کیا۔

جرمنی سے ماؤزر رائفلوں کے کارتوسوں کے اور ۱۲۵۰ صندوق توپخانہ عامرہ میں پہنچ گئے ہیں۔

مکتوبات امام الزمان

ذیل میں ہم امام الزمان سلمہ الرحمٰن کے دو گرامی قدر مکتوب درج کرتے ہیں جو ہمارے واجب الاحترام مخدوم مولانا مولوی عبدالکریم صاحب فاضل سیالکوٹی کی مہربانی کا نتیجہ ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ یہہ گرامی نامے نہایت ہی احتیاط سے پڑھے جاوینگے۔ کوئی نا عاقبت اندیش جو من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے فرمان سے ناواقف ہے شائد اسکو بیجا تعریف ہی کہے لیکن حق یونہی ہے کہ مولانا ممدوح نے الحکم کو ہر ایک قسم کی امداد دینے میں بسا سے زیادہ قدم مارا ہے اللہ تعالیٰ اونکو جزائے خیر دے ہم خوب جانتے ہیں کہ فی الحال الحکم میں اگر کوئی مضمون ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوسکتا ہے تو وہ مولانا ممدوح ہی کی تقریر یا تحریر ہوتی ہے اگر ہمارے دوسرے کرمفرما و مثل مولانا مولوی نورالدین صاحب وغیرہ بھی قلمی امداد کی طرف توجہ فرماویں تو الحکم اپنی حیثیت کے اخباروں میں فرد ہوسکتا ہے۔ مگر ہم مایوس نہیں انشاء اللہ الحکم کے تمام نقائص اور شکائتیں ایک وقت رفع ہو جائیں گی اگر خلوص نیت اور ثبات قدم میسر ہو۔

(ایڈیٹر)

مکرمی اخی شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
دو خط حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے آج خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے احباب ان سے بہت محظوظ اور مسرور ہوں گے اور مدعا امید ہے کہ اس عاجز کے لئے شرح صدر سے دعا کریں گے۔ پہلا خط ایک تازہ خط ہے جو حضرت اقدس نے ایک مکرم دوست کو لکھا ہے جو کسی قدر دنیوی ابتلاؤں میں مبتلا ہیں۔

اس خط میں میں چاہتا ہوں کہ اہل دل اس امر کی طرف متوجہ ہو کر غور کریں کہ حضرت اقدس کو اپنی دعاؤں کی قبولیت اور خدا تعالیٰ سے تقرب پر کس قدر علی بصیرۃ یقین ہے یہی ایک سٹیم ہے جو اس پاک وجود کو اس عرصہ دراز سے اپنی کارروائی کے اجرا سے تھکنے اور ہٹنے نہیں دیتا۔ اور کوئی سطح زمین پر اور اس نیلی فضا کے نیچے ایسا شخص نہیں جس کا دل اس قوت یقین سے معمور ہو۔

اور دوسرا خط حاجی منشی احمد جان صاحب مرحوم مغفور لدھیانوی کے نام ہے۔ یہ خط قریباً تیرہ ۱۳ برس کا ہے۔ اس خط میں میں صرف اس قدر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ آجکل جو لوگ اس نور اور حق اور ہدیٰ سے منکر ہیں غور کریں اور خدا کے لئے غور کریں کہ حضرت اقدس اپنے ایک مکرم دوست کو وصیت کرتے ہیں کہ بیت اللہ میں انکی طرف سے بلاتغییر الفاظ انکی یہ دعا پڑھ دیں کہ ای ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تونے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تونے مجھے جوش بخشا ہے الخ۔ ان الفاظ سے کس قدر فوق العادہ طور پر واضح ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو اپنے منجانب اللہ ہونے کا یقین واثق کب سے اور کس قدر ہے۔ خدا تعالیٰ ان منکروں کو فہم عطا کرے کہ اپنے لئے ہلاکت کی راہ طیار کر رہے ہیں۔

عاجز عبدالکریم

۱۰ اگست

پہلا خط مورخہ ۵ اگست ۱۸۹۸ء

"مخدومی اخویم .... صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عنایت نامہ پہونچا اللہ جلشانہ آپکی نیات خیر سے صدہا حصہ زیادہ آپ سے معاملہ کرے آمین۔ میں آپ کے لئے دعا میں مشغول ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ قبولیت کی بشارۃ سنوں۔ مجھے اس قدر خدا تعالیٰ کے لطف اور احسان پر امید ہے کہ اس کا اظہار مشکل ہے اور بغیر کسی فخر کے مجھے یقین ہے کہ میری دعا معمولی دعا نہیں۔ اشعار

ہر آن کارے کہ گردد از دعائے محو جانانے
نہ شمشیرے کند آن کار نے بادی نہ بارانے
عجب دارد اثر دستے کہ دست عاشقے باشد
بگرداند جہانے را ز بہر کار گریانے
اگر جنبد لب مردے ز بہر آنکہ سرگردان
خدا از آسمان پیدا کند ہر نوع سامانے
ز کار افتادہ را ہر کارے آرد خدا زین رو
ہمین باشد دلیل آنکہ ہست از خلق پنہانے
مگر باید کہ باشد طالب او صابر و صادق
نہ بیند روز نومیدی وفادار از دل وجانے

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان ۵ اگست ۱۸۹۸ء

دوسرا خط مورخہ ۱۳۰۲ ہجری

"از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد باخویم مخدوم و مکرم منشی احمد جان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ آن مخدوم پہونچا۔ اس عاجز کی غرض پہلے خط سے حج بیت اللہ کے بارے میں صرف اسی قدر تھی کہ سامان سفر میسر ہونا چاہیے اب چونکہ خدا تعالیٰ نے زاد راہ میسر کر دیا اور عزم صمم ہے اور ہر طرح سامان درست ہے اس لئے اب یہ دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم آپ سے یہ عمل قبول فرماوے اور آپکا یہ قصد موجب خوشنودی حضرت عز اسمہ ہو اور آپ خیر و عافیت اور سلامتی سے جاویں اور خیر و عافیت اور سلامتی سے بہ تحصیل مرضات اللہ واپس آویں۔ آمین یارب العالمین اور انشاء اللہ یہ عاجز آپ کے لئے بہت دعا کریگا۔ آپکی مرسلہ پچیس روپیہ پہونچ گئے ہیں۔ آپ نے اس ناکارہ کی بہت مدد کی اور خالصاً للہ اپنے قول اور فعل اور خدمت سے حمایت اور نصرت کا حق بجا لائے جزاکم اللہ خیر الجزا و احسن الیکم فی الدنیا والعقبیٰ۔ یہ عاجز یقین رکھتا ہے کہ آپ کا یہ عمل بھی حج سے کم نہیں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ دل تو آپ کی اس قدر جدائی سے محزون اور مغموم رہے گا لیکن آپ جس دولت اور سعادت کو حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں اس فوز عظیم پر نظر کرنے سے انشراح خاطر ہے خدا تعالیٰ آپ کا حافظ اور حامی رہے اور یہ سفر من کل الوجوہ مبارک کرے آمین۔

اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ میسر ہو تو اس مقام محمود اور مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی طرف سے انہی لفظوں سے مسکنت اور غربت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گذارش کریں کہ ای ارحم الراحمین ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے اس کی یہ عرض ہے کہ ای ارحم الراحمین تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ

تو غفور و رحیم ہے اور مجھسے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنے ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل محبین میں مجھے اٹھا۔ اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اسکو اپنے ہی فضل سے انجام تک .... عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب .... اسلام کی خوبیوں سے بیخبر ہیں پوری کر۔ اور اس عاجز اور .... اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کے .... حمایت میں رکھکر دین و دنیا میں آپ اُن کا متکفل .... اور سب کو اپنے دار الرضا میں پہونچا اور اپنے .... اور اُس کے آل و اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر آمین یا رب العالمین۔ یہ دعا ہے جسکے لئے آپ پر فرض ہے کہ ان ہی الفاظ سے بلا تبدل و تغیر بیت اللہ میں حضرت ارحم الراحمین میں اس عاجز کی طرف سے کریں والسلام۔

خاکسار غلام احمد

مکرر کہ خط ہذا بطور یادداشت اپنے پاس رکھیں خط دیکھکر بتمام حضور و رقت دل دعا کریں والسلام۔"

اس خط کی پوری پوری تعمیل کی گئی یعنے حضرت منشی صاحب جنکے نام یہ خط ہے بخیر و عافیت حج کو گئے اور وہاں پہونچکر حسب الحکم اس خط کو باواز بلند پڑھا اور ساتھ کی جماعت آمین کہتی رہی۔ اس سال حج اکبر ہوا یعنے جمعہ کے دن۔ حج سے فراغت پاکر بخیر و عافیت جیسا کہ حضرت اقدس کی دعا تھی واپس گھر پہونچ گئے اور گیارہ بارہ روز زندہ رہکر ۱۳۰۳ ہجری میں لودیانہ میں وفات پائی اس خط میں جہاں نقطے دیئے ہوئے ہیں اُس جگہ سے بباعث دیرینہ ہونے کے پھٹکر ضایع ہو گیا ہے۔ لیکن یہ ضایع شدہ چند الفاظ ہیں زیادہ نہیں مضمون کا ربط معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط۔ بقلم منظور محمد ولد حضرت منشی صاحب موصوف مرحوم مغفور۔

ایام الصلح (فارسی لباس میں)

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

ہم نہایت مسرت و انبساط سے مشتاق ناظرین کو مژدہ سناتے ہیں۔ کہ کتاب ایام الصلح جو حضرت اقدس تصنیف فرما رہے تھے۔ اور جس کا ترجمہ فارسی زبان میں ہمارے محسن و مخدوم جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب فاضل سیالکوٹی فرما رہے تھے۔ بالکل مکمل ہو گئی ہے۔ اور فارسی حصہ تو مکمل طور پر طیار ہوکر شائع ہو گیا ہے۔ کتاب پر کسی قسم کی رائے دینا ہماری بساط سے باہر ہے۔ کیونکہ سلطان القلم اور امام الوقت کی ذو الفقار صفت قلم کا نتیجہ ہے۔ اور کلام الامام امام الکلام ایک مسلّم بات ہے۔ جس قسم کے حقائق اور معارف اور قرآنی اسرار اس رسالہ میں حضرت اقدس نے بیان فرمائے ہیں اون کی نظیر پہلی تصنیفات میں نہ ملے گی اپنے دعاوی پر ایسے انداز اور طرز سے قلم اُٹھایا ہے کہ گویا مجسم کرکے مدعی کو دکھا دیا ہے۔ اور کم سواد اور عام فہم کا آدمی بھی بشرطیکہ صفائی قلب رکھتا ہو۔ امام الوقت کی شناخت کر سکے۔ بہر حال کتاب کی خوبیاں دیکھنے اور پڑھنے والوں کو معلوم ہوں گی۔ ہم اس مختصر نوٹ میں کچھ بھی ظاہر نہیں کر سکتے۔ فارسی ترجمہ جس خوبی اور لطافت سے کیا گیا ہے۔ وہ جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کے لئے بذات خود ایک فوق العادت نشان ہے۔ اہل زبان پڑھ کر ایک دفعہ (میری تصویر پر مصور بھی دھوکھا کھا جاویں گے) کے مصداق ہوں گے۔ فارسی زبان کا تازہ لٹریچر نظر آئے گا۔ اور جس خوش اسلوبی سے اس کتاب کے مضامین کو فارسی میں ادا کیا گیا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ اور صرف خدا تعالےٰ ہی کا فضل ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ مولوی صاحب کی اس سعی کوشش مشکور بناوے اور اون کو جزائے خیر دے۔ اور اس سے بھی زیادہ فضل اون پر کرے تاکہ وہ اوس کے پاک دین کی خدمت میں اس سے بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ کام کر سکیں۔ اور ہم لوگوں کو بھی مولوی صاحب کا سا صدق و ثبات عطا کرے تاکہ اس مقدس امام اور اوس کے مقدس مشن کے لئے مفید ہو سکیں۔ آمین ❀

ایام الصلح کا فارسی ترجمہ فی الحال شائع ہوا ہے۔ اور مہتمم مطبع ضیاء الاسلام قادیاں کے نام درخواست کرنے پر ایک روپیہ قیمت کو ملے گا۔

فارسی زبان سے دلچسپی رکھنے والے اور یونیورسٹی کے امتحانات منشی عالم وغیرہ کی طیاری کرنیوالے اس رسالہ کو ضرور پڑھیں۔

توجہ بکار ہے؟

ہمارے معزز ناظرین کی توجہ کی بغیر رجوع دنیاوی اسباب میں ایک سبب ہے۔ الحکم کی اون قابل اصلاح باتوں میں اصلاح ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے جو ہمارے ناظرین محسوس کرتے ہیں یا خود ہم سمجھتے ہیں۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء سے اخبار لینے والے احباب کو متوجہ ہونا چاہئے۔ کہ اون کی اختتام سال میں صرف ایک مہینہ رہ گیا اور اون میں سے اکثر ایسے ہیں کہ اونہوں نے ترسیل زر چندہ کیطرف توجہ نہیں فرمائی یا بوجوہات نہیں فرما سکے۔ جو کام متفقہ کوشش و سعی سے ہونیوالے ہوتے ہیں ایک شخص خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو سرانجام نہیں دے سکتا ہاں مومن اللہ سیگا ہی ساہر ہیں ہم اپنے احباب سے امید کرتے ہیں کہ وہ الحکم کی ہر ایک قسم کی امداد کیلئے ہمہ تن طیار ہو جاویں کیا وہ نہیں دیکھتے؟ کہ اونکے مقدس مشن کی خلاف کسقدر اخبار صرف مخالفت ہی کا مشن لیکر شائع ہوتے ہیں پھر اگر وہ اپنی جماعت کیلئے ہی حقوق کی حفاظت کیخاطر ایک بھی اخبار اپنے ہاتھ میں رکھ کر نہیں چلا سکتے تو یہ کسقدر سستی کی بات ہے اسلئے ہم امداد کرتی ہیں مزید توجہ کریں گے ابھی۔

[illegible]

◆-قواعد زیر دفعہ ۵۶ و ۵۷-ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۸۳ء بغرض آبپاشی بذریعہ نہر کرن ◆

تعریفات

ان قواعد میں مینیجر سے وہ شخص مراد ہے - جس کو وقتاً فوقتاً ڈسٹرکٹ بورڈ گورداسپور واسطے انتظام نہر کے متقرر کر دے - سال سے وہ بارہ مہینہ سمجھے جائیں گے - جو یکم نومبر سے شروع ہو کر ۳۱- اکتوبر کو ختم ہوں -

قواعد

(۱) پانی جو نہر سے لیا جائے گا-اس سے فی الفور آبپاشی کی جائے گی - اور سوائے مینیجر کے خاص اجازت کے کوئی شخص اوس سے تالاب یا گڑھے پُر کرنے کا مجاز نہ ہوگا-

(۲) سال میں جس زمین کے واسطے نہر سے آبپاشی کی ضرورت ہو اس کے مالکان کو چاہیئے کہ سال کے پہلے دو ماہ کے عرصہ میں مینیجر کے پاس تحریری درخواست کریں اور یہ بھی تحریر کریں کہ آیا وہ پانی توڑ سے لگا چاہتے ہیں -یا بذریعہ حصہ کے - اور

(الف) بحالت توڑ کے اپنی درخواست میں تعداد اُن کھالوں کی جن کے علیحدہ علیحدہ دہانے

ہوں اور جن کے ذریعہ وہ پانی لینا چاہتے ہوں درج کریں۔

(ب)۔ بصورت جھٹہ کے اون مقامات کی تعداد جہاں جھلاروں اور جھٹوں سے پانی لیا جائے گا۔ الگ الگ بتانے چاہیئے۔

(۳) مینجر کا فرض ہو گا کہ یکم اپریل سے پہلے مراتب ذیل کا تعین کرلے۔

(ا) کس قدر جدا جدا دہانے والے کھالوں کے ذریعہ توڑ آبپاشی کی جائے گی۔ اور وہ دہانے کس کس جگہ قائم کئے جائیں گے

(ب) جھلاروں کی تعداد اور ان کے قائم کرنے مقامات

(ج) وہ مقامات جہاں بذریعہ جھٹوں کے پانی لیا جائے گا۔

(۴) ہر سال زمینداران صرف اونہیں موگھوں کے ذریعہ اپنے کھالوں میں پانی لے جائیں گے۔ جو پہلے مقرر ہوچکے ہوں اور صرف انہیں مقامات پر جھلاروں اور جھٹوں سے کام لے سکیں گے۔ جو اس سال کے واسطے مینجر نے منظور کئے ہوں۔

(۵) کسی شخص کو نہر کے کنارے اور پٹڑے کاٹنے کا بجز صریح اجازت مینجر کے اختیار نہ ہوگا۔

(۶) طیاری کھال جس کے ذریعہ نہر سے پانی لیا جائے گا۔ معہ پختہ دہانہ اوس نمونہ اور مساحت کے مطابق جو مینجر وقتاً فوقتاً تجویز کرے یا آڈ جسکے ذریعہ جھلار تک پانی پہونچایا جائے گا۔ اُس شخص یا اون اشخاص کے ذمہ ہوگی جو اس کھال یا جھلار سے آبپاشی شدہ فصلوں کا آبیانہ دینے کے ذمہ وار ہوں گے۔ اشخاص مذکورہ بالا مشترکاً اور فرداً فرداً پختہ دہانوں کی تعمیر کے ذمہ وار ہوں گے۔

(۷) نہر میں کسی قسم کا پشتنہ یا بند لگانے کی ممانعت ہے سوائے اوس خاص وقت اور خاص نمونہ اور خاص مصالح کے جو مینجر بذریعہ عام یا خاص احکام کے مقرر کرے۔ جب

کسی خاص وقت کے واسطے نہر میں پشتہ یا بند بنانے کی اجازت دی جائے۔ تو اوس شخص یا اون اشخاص کا جن کے مفاد کے واسطے بند لگایا گیا ہو مشترکًا اور منفردًا فرض ہے کہ وہ فورًا بعد انقضائے وقت معینہ کے اس کو مسمار کردیں۔

(۸) مینیجر ہر سال یکم اپریل سے پہلے ہر ایک کھال اور ہر ایک آڈ کی جس کے ذریعہ جھلار میں پانی جاتا ہو آبپاشی کے بارے مقرر کردے گا۔

(۹) آبپاشی کرنے والوں کا فرض ہوگا کہ وہ نوبت ہائے معینہ حسب قاعدہ نمبر ۸ کے مطابق کاربند رہیں۔ بدوں اون اوقات اور اُس حد تک جب کہ اون کی عدم ضرورت کا مینیجر وقتًا فوقتًا اظہار کرے۔

(۱۰) جو شخص قواعد نمبر ۱ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ اور نمبر ۹ کی خلاف ورزی کرے گا وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔ جس کی تعداد ۵ روپیہ تک ہو سکتی ہے۔ بحالت مسلسل خلاف ورزی کے جتنے دنوں تک بعد سزایابی کے عدم تعمیل جاری کرے گا زائد جرمانہ بہ حساب صہ روپیہ یومیہ کا سزاوار ہوگا۔

ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ایک عیاش مسلمان نے ایک سو روپیہ کی لاگت سے ایک پلنگ ۲۲ فیٹ طویل اور ۱۰ فیٹ عریض بنوایا اور ایک وسیع دالان میں رکھا۔ منشاء یہ تھا۔ کہ اپنے یاروں سمیت اس پر بیٹھ کر رنڈی کا ناچ کرایا جاوے۔ مگر پلنگ کے طیار ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد … بجے شب کے مکان کی چھت بیٹھ گئی۔ اور تمام کارخانہ درہم برہم ہوگیا۔ یہہ نرالا عیاشی کا کھیل ہے۔

کیوبہ کی امریکن فوج میں … ۴۲۴ آدمی بیمار ہیں۔ منجملہ اُن کے ۴۰۲ … زرد بخار میں مبتلا ہیں۔

فرانچ سفیر نے گورمنٹ امریکا کو اطلاع دی کہ سپین کو شرائط صلح منظور ہیں۔ اور اوس نے یہہ بھی منظور کرا لیا ہے۔ کہ دوران گفتگوئے صلح میں جنگ ملتوی رہے۔

کمڈز میں ایک کشتی نئی ایجاد ہوئی ہے۔ جو پانی کے اندر چلتی ہے۔ اس میں دخانی یا مقناطیسی قوت کی حاجت نہیں ہے۔ صرف پُرزے لگے ہیں۔ اور دو آدمی چلا سکتے ہیں۔

سینٹ پیٹرز برگ میں موسم سرما میں جہاز رانی کے قیام کے لئے روسیوں نے دس ہزار گھوڑوں کی طاقت کی برف توڑنے والی کل ایجاد کی ہے۔ یہہ کل برف کو توڑ کر پانی بنادیا کرے گی۔ اور جہاز رانی جاری رہے گی۔

سلطان المعظم نے حکم دیا ہے۔ کہ یونان سے جو تاوان جنگ لیا گیا ہے۔ اس میں سے دس ہزار پونڈ کریٹ کے مصیبت زدہ مسلمانوں کی امداد پر صرف کئے جائیں۔

پرنس بسمارک کی وفات پر شہنشاہ جرمن نے حکم دیا۔ کہ بری اور بحری فوج میں ایک ہفتہ تک ماتم رہے۔

اسلامی دُنیا کا ہفتہ

ترکی گورنمنٹ نے - چوتھے - پانچویں اور چھٹے اردوئے ہمایون کے کمانڈروں کے نام حکم صادر کیا ہے - کہ رنگروٹوں کی بھرتی کے قواعد کی پوری تعمیل کرکے اپنی اپنی پلٹنوں کی جمعیت مکمل کردیں - ان جیوش کے صدر مقام علی الترتیب ارزن گیہان - دمشق اور بغداد ہیں - جہاں کے اکثر باشندے اب تک فوجی خدمت سے بچے ہوئے تھے وہاں خانہ بدوش قبائل بہ کثرت آباد ہیں - اور ان کی مردم شماری کا اس لئے کوئی درست انتظام نہیں ہو سکتا - مگر اب ترکی حکام ان قبائل سے خانہ بدوشی چھوڑانے کے لئے پوری پوری کوشش کر رہے ہیں چنانچہ حال ہیں حکام ادانہ کی سعی و کوشش سے قبیلہ شکرلی نے خانہ بدوشی چھوڑ کر پانچ نئے دیہات آباد کرلئے ہیں - ہر گاؤں میں مسجد اور مدرسہ سرکاری خرچ سے بنا دیا جائیگا - اور سول انتظام باشندوں کے ہاتھ میں رہے گا -

صدر اعظم خلیل رفعت پاشا نے صوبوں کے حکام سے درخواست کی ہے - کہ وہ خانہ بدوش قبائل کے مشائخ اور دیگر معتدر اشخاص کو اپنے لڑکے قسطنطنیہ کے مدرسہ عشیرت میں جو چند برسوں سے ایسے ہی لڑکوں کے لئے امیر المومنین نے جیب خاص کے خرچ سے قائم کیا ہے - بھیجنے کی ترغیب دیتے رہا کریں - مدرسہ کی عمارت میں بہت اضافہ کیا گیا ہے -

پانچویں اردوئے ہمایون کے فوجی افسروں نے محتاجان کریٹ کے لئے لٹھہ کے پندرہ سو تھان خرید کئے ہیں -

ٹائمز نے کچھ عرصہ ہوا تحریر کیا تھا - کہ یمن کا فوجی گورنر فیضی پاشا موقوف کردیا گیا ہے - یہ بالکل غلط ہے - پاشا موصوف کی صرف تبدیلی کی گئی ہے - بغداد کے فوجی کمانڈر دولت لور جب پاشا طرابلس العرب بھیجے گئے ہیں اور فیضی پاشا یمن سے اون کی جگہ بغداد - اسی طرح احمد پاشا کو راستہ سے واپس بلا لئے جانے کی خبر بھی اوس نے غلط درج کی تھی - پاشاء موصوف خرید جہازات کے لئے لنڈن پہنچ گئے اور کئی ہفتہ تک وہاں رہے - جہاں سے اب اون کو جرمنی جانے کا حکم ملا ہے - ٹائمز کی ان غلط بیانیوں سے طاہر پاشا کی نسبت اوس کی تحریر کردہ خبر سے بھی بے اعتباری سی ہوگئی ہے اور خیال گذرتا ہے کہ شائد اُس کے نامہ نگار نے اوسی واقعہ پر جس کے متعلق ۲۸ جولائی کے وکیل میں لکھا گیا تھا - رنگ چڑھا کر یہ طومار طیار کر لیا ہے - واقعہ مذکور یہ تھا - کہ سید طاہر پر جبکہ وہ محلہ یک اوغلی سے گذر رہے تھے - چند بدمعاشوں نے حملہ آور ہو کر لاٹھیوں کی ضربات سے اون کو ادھ موا کردیا تھا - اور وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے تھے -

باب عالی نے جرمن کارخانوں سے ماوزر رائفل کے ۲۲ کروڑ کارتوس خرید کئے ہیں - پہلے ۲۰۰ قرش فی ہزار کارتوس قیمت تھی - اب باب عالی نے پانچسو پچاس قرش فی ہزار قیمت مقرر کی ہے ان میں سے سوا دو ہزار صندوق شروع جولائی تک قسطنطنیہ پہونچ گئے ہیں -

محتاجین حرمین کے لئے شروع جولائی تک چار لاکھ قرش قسطنطنیہ میں چندہ میں جمع ہوئے تھے اور شہیدان محاربہ کی اولاد کے لئے ۲۷ لاکھ ۴۳ ہزار قرش -

چند اہالی حلب نے اوس فوجی چوکی کی عمارت میں مدد دینے کے لئے جو حکام ضلع اسکندرونہ کی سڑک کی حفاظت کے لئے بنوا رہے ہیں - ایک رات تھیٹر کا تماشہ کیا - اوس سے بیس ہزار قرش آمدنی ہوئی جو حکام کے حوالہ کردی گئی -

اطنہ اور مرسینا کے مزارعین نے بابعالی میں درخواست کی ہے کہ مرسینا - ادانہ ریلوی لاین کو مرعش تک بڑھا دیا جائے - لاین مذکور کی اجارہ دار کمپنی بھی با حصول ضمانت اس توسیع پر آمادہ ہے - مرسینا ایشیاء کوچک کے جنوبی ساحل پر جزیرہ قبرس کے مقابل بندرگاہ ہے - اور ادانہ (اطنہ) اوس سے بجانب شمال مشرق چالیس میل کے فاصلہ پر ہے - اس نواح میں صرف یہی چالیس میل ریلوی لاین ہے - مرعش اطنہ سے بجانب شمال مشرق ایک سو پانچ میل اور طلب سے عین بجانب شمال ایک سو میل کے فاصلہ پر ہے -

ترکی فوج کے تھیلی کو خالی کرتے ہی یونانیوں کے لاریسا ترخالہ اور مواضعات کے مسلمانوں پر جو کچھ جبر و ستم کرنیکی خبریں موصول ہوئی ہیں اونکی تصدیق ہوگئی ہے - وزارت یونانی نے مقامی حکام کو آئندہ کے لئے سخت نگرانی کرنے کی تاکید کرکے مسلمانوں کے نقصانات کی فہرست فی الفور ارسال کرنے کا حکم دیا ہے -

بابعالی میں یہ شکائت ہونے پر کہ بعض اہلکار اون سپاہیوں کے مشاہرے دینے میں جو محاربہ تھیلی میں شریک ہوئے تھے تاخیر کر رہے ہیں عام حکم نافذ کیا گیا ہے کہ اگر آئندہ کسی سپاہی کو دیر کرکے تنخواہ ملنے کی شکائت پہونچی تو قصوروار اہلکار کو سخت سزا دی جائیگی -

بیروت کا اخبار لکھتا ہے کہ رشید بک آفندی گورنر بیروت کے حسن انتظام سے اونکے عہد گورنری میں جنکی میعاد ابھی دس ماہ سے زائد نہیں ہوئی - سال گذشتہ کے اسی قدر مہینوں کی نسبت صوبہ کی آمدنی میں ساٹھ ہزار پونڈ کا اضافہ ہوا ہے -

دارالامان کی ڈائری

یکم اگست ۱۸۹۸ء - کل گذشتہ سے منشی تاج الدین مع اہل بیت اور مفتی محمد صادق و منشی غلام حسین صاحب ڈنگوی و میاں محمد حیات لاہور سے تشریف لائے ہوئے ہیں - صبح کی نماز کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ڈاڑھ کا حصہ بوسیدہ ہوگئی ہے - اُس کو میں نے منہ سے نکالا - اور وہ بہت صاف تھا - اور اوسے ہاتھ میں رکھا" پھر فرمایا کہ "خواب میں دانت اگر ہاتھ سے گرایا جاوے تو وہ منذر ہوتا ہے - ورنہ مبشر" زاں بعد محمد صادق نے اپنے دو خواب سنائے - جنمیں سے ایک میں نور کے کپڑوں کا ملنا اور دوسرے میں حضرت اقدس کے دیئے ہوئے مضمون کا خوشخط نقل کرنا تھا - جس کی تعبیر حضرت اقدس نے کامیابی مقاصد فرمائی -

"اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا" کہ تائیدات آلہیہ ایک تو بیّن اور ظاہر طور پر ظہور پذیر ہوتی ہیں - اور عام لوگ اُن کو دیکھ سکتے ہیں - مگر بعض مخفی تائیدات ایسی ہوتی ہیں - جن کے لئے میری سمجھ میں کوئی قاعدہ نہیں آتا کہ عوام الناس کو کیونکر دکھا سکوں - مثلاً یہی عربی تصنیف ہے - میں خوب جانتا ہوں کہ عربی ادب میں مجھے کہاں تک دسترس ہے - لیکن جب میں تصنیف کا سلسلہ شروع کرتا ہوں - تو یکے بعد دیگرے اپنے اپنے محل اور موقع پر موزون طور پر آنے والے الفاظ القا ہوتے جاتے ہیں - اب کوئی بتلاوے کہ ہم کیونکر اس تائید الٰہی کو دکھا سکیں - کہ وہ کیونکر سینہ پر الفاظ نازل کرتا ہے" اور دیکھو اس **ایام الصلح** میں اکثر مضامین ایسے آئے ہیں جن کا میری پہلی **تصنیفات** میں نام تک نہیں - اور اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے - کہ اس سے پہلے وہ کبھی ذہن میں نہ گذرے تھے - لیکن اب وہ ایسے طور پر آکر قلب پر نازل ہوئے کہ سمجھ میں نہیں آسکتا - جب تک خود تائید الٰہی کے شامل حال ہوکر اوس کو اس قابل نہ بنا دیوے - اور یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے جو وہ ایسے بندوں پر کرتا ہے - جن سے کوئی کام لینا ہوتا ہے"

"یہ بھی ایک سچی بات ہے کہ تصنیفات کے لئے جب تک صحت اور فراغت نہو یہ کام نہیں ہوسکتا - اور یہ خدا تعالےٰ کا فضل اون لوگوں ہی کو ملتا ہے جن سے وہ کوئی کام لینا چاہتا ہے - پھر اون کو یہ سب سامان جو تصنیف کے لئے ضروری ہوتے ہیں یکجا جمع کر دیتا ہے"

جناب مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ ربہ کے دشمنوں کی طبیعت ۳۱ جولائی ۱۸۹۸ء سے بعارضہ درد شکم بیمار تھی - حضرت اقدس نے آدمی بھیج کر خبر منگوائی - اور افاقہ کی خبر سُن کر الحمد للہ فرمایا اور فرمایا کہ "مولوی صاحب کا سن اب انحطاط کا ہے - اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے - گویا پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے - زندگی اور موت تو اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے - لیکن انسان کو یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ اسباب کی رعایت نہ رکھے" - پھر فرمایا کہ "در اصل انحطاط کا زمانہ ۳۰ سال کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے - افراط اور تفریط اس سن میں اچھی نہیں ہوتی میں نے بعض آدمی دیکھے ہیں کہ گنا پتا آٹا دیتے اور پانی بھی اندازہ اور وزن کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں - اور بعض یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ اون کو کسی قسم کا اندازہ ہی نہیں رہتا - یہ دونو باتیں ٹھیک نہیں - جیسا میں نے کہا "زمانہ شباب تیس ہی سال تک ہے اور یہ بھی اوس صورت میں کہ قویٰ مضبوط اور تندرست ہوں ورنہ بعض تو اوائل ہی میں تشبہ بالشیوخ رکھتے ہیں"

اب دس منٹ ۶ بجنے میں تھے - ہم مدرسہ کو چلے گئے حضرت اقدس بھی چند منٹ بعد تشریف لے گئے -

دس بجے کے قریب شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور مع منشی حسین بخش صاحب اپیل نویس بٹالہ تشریف لائے - کوئی سوا دس کے قریب حضرت اقدس ان معزز مہمانوں سے ملاقات کے لئے باہر تشریف لائے - اور کوئی ساڑھے دس بجے کے قریب مدرسہ دکھانے کے لئے لے کر آئے - خود جناب ممدوح نے کوائف و اغراض مدرسہ سے شیخ صاحب کو اطلاع دی اور فرمایا - کہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت میں ہر ایک قسم کے لوگ ڈاکٹر - وکیل تاجر - گریجوایٹ وغیرہ شامل ہیں - مدرسہ میں دینیات کی تعلیم کی تکمیل کے لئے ایک فاضل مولوی تجویز کیا ہے - اس پر شیخ صاحب نے فرمایا کہ "جناب کو بہت آسان ہے کیونکہ ہر ایک قسم کے لوگ بفضلہ تعالےٰ موجود ہیں" اور شیخ احمد علی صاحب نے صہ نقد اُسی وقت بطور انعام پیش کئے کہ یہ انعام اوس طالب علم کو ملے جو دینیات میں سب سے اول رہے -

ایڈیٹر الحکم نے بغرض اندراج **الحکم** دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ یہ صاحب (ایڈیٹر الحکم کی طرف اشارہ تھا) الحکم نام اخبار بھی یہاں سے شائع کرتے ہیں - شیخ علی احمد صاحب نے اس پر فرمایا کہ "جناب آپ کی تو دنیا ہی نئی ہے"

پھر حضرت اقدس اُن کو مطبع کی طرف لے گئے جہاں مطبع کے متعلق حالات بتلاتے رہے - اور مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر کا ذکر آیا - جناب مولانا مولوی نورالدین صاحب نے اس کے متعلق ایک خط سنایا - پھر کھانا کھانے کو تشریف لے گئے - زاں بعد ظہر - عصر - مغرب اور عشا کی نماز کے بعد آج کا دن مع الخیر ختم ہوا -

ممیرے کا سُرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں - میڈیکل کالج کے پروفیسروں - نامور ڈاکٹروں - والیان ریاست اور ولائت کی یونیورسٹی کے سندیافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے - کہ یہ سُرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے - ضعف بصارت - تاریکی چشم - دھند - جالا - پڑوال - غبار - پھولا - سُبل - سُرخی - ابتدائی موتیا بند - ناخنہ - پانی جانا - خارش وغیرہ - معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سُرمہ کا استعمال کرتے ہیں - چندروز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے - اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی - بچہ سے لے کر بوڑھے تک کو یہ سُرمہ یکساں مفید ہے - قیمت اس لئے کم رکھی ہے - کہ عام وخاص اس سُرمہ سے فائدہ اُٹھا سکیں - قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے - مبلغ عہ روپیہ ممیرے کا سفید سُرمہ اعلیٰ قسم کا فی تولہ مبلغ تین روپے - خالص ممیرہ فی ماشہ بیس (عہ) روپیہ - مصری سُرمہ فی تولہ - ۴ر خرچ ڈاک بذمہ خریدار - درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں - نقلی و جعلی ممیرے کے سُرمہ کے اشتہاروں سے بچنا چاہیئے -

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ - ضلع گورداسپور (پنجاب)

ان سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے ؟ -

۱ - میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں - کہ ممیرے کا سُرمہ جو سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے - بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے - بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے تو بمنزلہ اکسیر ہے - آنکھوں سے پانی کا جانا - دھندسوزش ہر قسم جس کو عموماً آنا کہتے ہیں - جلن - کمزوری نظر - ناخونہ اور اندر کی جھلی کا زخم اور ان سے پیپ کا گرنا - چونکہ اس سُرمہ میں کوئی مضر کیمیائی شئے نہیں ہے - اس لئے ہر کسی کے لئے استعمال مفید ہے - مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے - وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہئے اس لئے میں بلاشک وشبہ دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے ممیرے کا سُرمہ ضرور ہی مفید ہے - راقم ڈاکٹر ڈی ایم مسانگلے صاحب بہادر ایم - بی - ایم - ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ (انگلینڈ) امرتسر -

۲ - میں بڑی خوشی سے ممیرے کے سُرمہ کے فائدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں - کہ سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے تیار کیا ہے جیسے اس کا تجربہ اپنی ایک زیر علاج مسمات اتم دیوی بعمر ۴۵ سال سکنہ لاہور پر کیا ہے - مریضہ مذکور کی آنکھوں کی پلکوں میں خرد خود دانے نکلے ہوئے اور پڑوال پڑتے تھے - آنکھیں سُرخ اور دُکھی ہوئی تھیں - ان میں سے کثرت سے مواد نکلتا تھا - اس کی بینائی میں اس قدر فرق آگیا تھا - کہ سوئی دھاگا بھی نہیں پرو سکتی تھی اور ان اشیاء کو جو اس سے تین گز کے فاصلہ پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے دیکھ نہیں سکتی تھی - مریضہ مذکور نے تین روز تک سُرمہ کا استعمال کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ اُسنے امراض مذکورسے کلی صحت پائی - راقم خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین خاں ایل - ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پنشنر و آنریری مجسٹریٹ لاہور سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور -

۳ - جناب پروفیسر میا سنگھ! شائد آں جناب کو یاد ہو گا کہ بندہ نے آپ سے ممیرے کا سفید سُرمہ منگوایا تھا - جس نے جادو کا اثر دکھلایا یعنے ایک دوکان دار مسمی دولال کی آنکھوں میں پھولا پڑ گیا تھا - اور بسبب پتلی پر پھولے کے ہونے کے نظر قطعاً بند ہو گئی تھی - لیکن قریب دس روز کے استعمال سے پھولا روپوش ہو گیا - اور پتلی صاف وشفاف ہو کر نظر بدستور قائم ہو گئی ہے - اور مریض دعاگو ہے - بندہ بھی بہ صد شکر گذاری جوش طبیعت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا - جو آپ نے ایسی نادر دوا اس قدر قلیل قیمت پر لگا کر خاص وعام خلق خدا پر بہت احسان اور ثواب کا کام کیا ہے - لہذا بندہ بخدمت ہر خاص وعام بلا تعلق تاکید کرتا ہے - کہ بروقت مبتلا ہونے مرض چشم خواہ کسی قسم کا مرض ہو اس اکسیر بلکہ حیات چشم (سُرمہ ممیرہ) کے استعمال کرنے کا موقعہ ہرگز ہاتھ سے نہ دیں - لہذا ملتمس ہوں کہ دو تولہ ممیرے کا سُرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل عنائت فرماویں - راقم ڈاکٹر نرائن سنگھ ہاسپٹل اسسٹنٹ کوٹ گڑھ ڈسپنسری شملہ -

۴ - جناب من میری آنکھ میں ایک مرض ہے - جس کا علاج حکماء اور ڈاکٹران لاہور مثل ڈاکٹر پیری صاحب اور کیلیب وغیرہ نے کیا کچھ فائدہ نہ ہوا - آپ کے سُرمہ سے تخفیف ہوئی - اب صرف دھند اور کم طاقتی ہماری چشم میں ہے - اور ایک تولہ سفید سُرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل بھیج دیں -

دستخط سردار صالح محمد خاں درانی شاہزادہ کابل خلف الرشید جناب امیر فیض محمد خاں صاحب مرحوم والی مُلک ترکستان ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء

پانچ ہزار روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سُرمہ کی سندات میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہیں - ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے اس کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جاوے گا - جو لاہور کے الائنس بینک مارچ ۱۸۹۵ء کو جمع کیا گیا -

شیخ یعقوب علی (تراب) ایڈیٹر و پروپرائٹر کے لئے انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپا -